پیامِ رسالت

اصلاحِ معاشرہ کا پیغام

تالیف

مولانا عبدالستار سلام قاسمی

مہتمم دارالعلوم دہلی

ناشر: آل انڈیا تنظیم علماءِ حق، دہلی

مؤلفِ کتاب ایک نظر میں

مولانا عبدالستار سلام قاسمی

فاضلِ دارالعلوم دیوبند، فاضلِ تکمیل ادب دارالعلوم و عالم سرشتۂ تعلیم اُتر پردیش، الہ آباد

خصوصی دلچسپی کے موضوعات

- تفسیر قرآن مجید
- خطابت
- دعوت الی اللہ۔

تجربات وسرگرمیاں

- دہلی (ہندوستان) میں عرصہ ۱۸ سال سے قرآنِ کریم کے اصل مآخذ ومصادر کی روشنی میں تفسیر۔
- ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر، اُس وقت کے سعودی حکمراں خالد بن عبدالعزیز کے نمائندۂ خصوصی عبداللہ عبدالمحسن ترکی اور اُس وقت کی ہندوستانی وزیرِاعظم آنجہانی اندرا گاندھی کے خطابات کی بالترتیب عربی سے اُردو اور اُردو سے عربی ترجمانی۔
- معروف بین الاقوامی عربی اسکالر مولانا وحیدالزماں کیرانوی کی شہرۂ آفاق لغات: القاموس الجدید (اُردو سے عربی) اور القاموس الاصلاحی (عربی سے اُردو) کی تصحیح ومراجعت۔
- دنیائے عرب کی مشہور ومعروف دینی وعلمی شخصیت عبدالفتاح ابوغدہ کی کتاب صفحات من صبر العلماء کی اُردو ترجمانی بصورت ''صبر واستقامت کے پیکر''۔
- حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق مؤلفہ جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی (پاکستان) کی تعریب۔
- مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر حکومتِ ہند کی جانب سے شائع ہونے والے سرکاری مجلہ ثقافۃ الہند میں کئی نامور اصحابِ قلم کے مضامین کی عربی زبان میں ترجمانی۔
- فنِ تعلیم پر سب سے پہلی باقاعدہ تصنیف تعلیم المتعلم مؤلفہ نعمان بن ابراہیم زرنوجی (متوفی ۶۴۰ھ) کے قدیم اور قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر تصحیح ومراجعت۔
- پندرہ روزہ عربی جریدے الکفاح میں طویل عرصے تک مستقل کالم نویسی۔
- دارالمؤلفین دیوبند میں بحیثیت اسسٹنٹ ڈائریکٹر ادائیگیِ خدمات۔
- E.T.V. پر نشر ہونے والے ۱۲۰ ایپی سوڈ میں دینی مسائل کا بیان۔
- دارالعلوم دہلی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی چیئرمین شپ، جس کے تحت ایک معیاری ادارہ دارالعلوم دہلی اپنی دینی وتعلیمی خدمات میں مصروفِ عمل ہے۔

رہائش: ۲۶-۱اے، جوگابائی، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵ (ہندوستان)

فون نمبر: 011-26987070، 09868904585 (Mob.)

Marfat.com

پیامِ رسالت

اصلاحِ معاشرہ کا پیغام

دینی، سماجی اور معاشرتی مسائل پر احادیث رسول ﷺ
کی سہل و لطیف تشریح اور اصلاح امت کے لئے نفع بخش تحفہ

تالیف

مولانا عبدالستار سلام قاسمی
مہتمم دارالعلوم دہلی

ناشر
آل انڈیا تنظیم علماءِ حق، دہلی
Q-25، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی ۔ 110025

Marfat.com

111807

© جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

نام کتاب:

پیامِ رسالت ــــ اصلاحِ معاشرہ کا پیغام

مؤلف: مولانا عبدالستار سلام قاسمی

صفحات: 160 تعداد: 1100

باہتمام: آل انڈیا تنظیم علماءِ حق، دہلی

Q-25، جامعہ نگر، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔110025

کمپوزنگ: عبدالتواب

Name of the book

PAYAM-E-RISALAT

Islah-e-Ma'ashrey Ka Paigham

Author:

Maulana Abdul Sattar Salam Qasmi

Pages: 160 Ist Edition: 2005

Published by:

All India Tanzeem Ulama-e-Haq, Delhi

Q-25, Batla House, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025

Ph.: 011-26985943 (M) 09868403021

Composed by:

A.Tawwab, 9818303136

Marfat.com

فہرستِ مضامین

حرفِ آغاز	مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی	۵
فاتحۃ الکتاب	حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری	۸
پیامِ رسالت: اصلاحِ معاشرہ کا پیغام	مفسر قرآن حضرت مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی	۱۴
رائے عالی	شیخِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی	۲۱
مؤلفِ کتاب: میری نظر میں	حضرت مولانا عمید الزماں کیرانوی	۲۲
تقریظ	حضرت مولانا محمد اسرار الحق قاسمی	۲۵
اندھیرے میں ایک قندیل	حضرت مولانا فضیل احمد قاسمی	۲۷
عرضِ مؤلف		۲۹

- نیت اور اس کے ثمرات ۳۱
  - نیت کا پھل ۳۵
  - نیت کا اہتمام ۳۶
- سراپا آسان دین ۳۸
  - الدین یسر ۳۸
  - سہولت کا مفہوم ۳۹
  - دین کے ساتھ پہلوانی ۴۲
  - بابِ مفاعلت ۴۲
  - مجاہدات ۴۳
  - شرائطِ مجاہدہ ۴۴

عبادات

- اصلاح و تربیت کا موسمِ بہار ۴۶
  - قول الزور ۴۷
  - لفظ زور کے تحت ممنوعات و محرمات ۴۹
  - انداز تربیت ۵۰
  - کیا جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ ۵۱
- لبیک اللھم لبیک ۵۳
  - مناسکِ حج کا خلاصہ ۵۳
  - کیا حج سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟ ۵۵

اخلاق

- زبان کی حفاظت ۵۹
  - زبان سے متعلق ۲۰ گناہ ۶۰
- تین باتیں ۶۴
  - اپنے نفس سے انصاف و محاسبہ ۶۵
  - دنیا بھر میں سلام کا فروغ ۶۷
  - سلام کی حقیقت و جامعیت ۶۷
  - غربت کے باوجود سخاوت ۶۹
- دوسروں کا خیال ۷۱
- بے زبان جانوروں کا خیال ۷۲
- دل جوئی ۷۹

Marfat.com

- ❑ دوسروں کی رائے کا احترام ۸۳
- ❑ اعتدال پسندی ۹۰
- ○ اُمتِ وسط ۹۱
- ○ سلمانؓ و ابودرداءؓ کے درمیان ۹۱
- ○ آب زر سے لکھنے کے لائق ۹۳
- ❑ دانش مندی ۹۵
- ○ عقل مند انسان کی پہچان ۹۷
- ❑ عفوودرگذر ۹۹
- ○ رحمۃ للعالمین کی صدائے دل نواز ۱۰۰
- ○ خدایا! میری قوم کو معاف فرما ۱۰۱
- ❑ اعلیٰ ظرفی ۱۰۳
- ❑ نام کے اثرات ۱۰۸
- ○ ناموں کی تبدیلی ۱۰۹
- ○ حضور کے مشورے کو نہ ماننے کا نقصان ۱۱۲
- ❑ مرتبے کا پاس ولحاظ ۱۱۳
- ○ دعوتی خطوط کی ابتدا ۱۱۵
- ○ مکتوب الیہ کے لئے القاب ۱۱۵
- ○ عظیم بمعنی ملکِ معظم ۱۱۶
- ○ مخاطب کی حیثیتِ عرفی کی رعایت ۱۱۷
- ○ عظیم و His Majisty ۱۱۹
- ❑ معراجِ نبوی اور فکر وعمل کے چند گوشے ۱۲۲
- ○ حزم واحتیاط کا سبق ۱۲۴
- ○ تقدیر وتدبیر کا حسین امتزاج ۱۲۴
- ○ غیر روایتی ہتھیاروں کا استعمال ۱۲۵
- ○ ضابطے کی کارروائی ۱۲۶
- ❑ غیبت ۱۲۹
- ○ غیبت کی اجازت ۱۳۸
- ❑ علاماتِ نفاق ۱۴۰

فضائل

- ❑ شب براءت ۱۴۵
- ○ روایات کی استنادی حیثیت ۱۴۵
- ○ شیخ ناصر الدین البانیؒ کا فیصلہ ۱۴۷
- ○ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ کی تائید ۱۴۸
- ○ امام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ ۱۴۹
- ❑ شبِ قدر ۱۵۰
- ○ شبِ قدر کے معانی ۱۵۰
- ○ تقدیر والی رات ۱۵۰
- ○ عظمت والی رات ۱۵۰
- ○ عظمت دینے کا تعلق رات سے ۱۵۰
- ○ عظمت ورتبے کا تعلق عابدین سے ۱۵۱
- ○ عظمت ورتبے کا تعلق عبادت سے ۱۵۱
- ○ ایماناً و احتساباً ۱۵۱
- ○ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق ۱۵۱
- ○ شبِ قدر کے تعین میں علماء کا اختلاف ۱۵۲
- ○ لطائف ۱۵۲
- ○ جھگڑے کی نحوست ۱۵۲
- ○ قیام شبِ قدر ۱۵۳
- ○ شب گزاری کی مقدار ۱۵۳
- ○ ایک علمی نکتہ ۱۵۴
- ❑ انعام کا دن ۱۵۵
- ○ اہلِ ظاہر اور اہلِ حقیقت کی خوشیوں میں فرق ۱۵۹
- ○ اہلِ صورت اور اہلِ معنی کی رعایت ۱۵۹

❑ ❑ ❑

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

مولانا محمد اعجاز عرفی القاسمی
جنرل سکریٹری آل انڈیا تنظیم علماء حق، دہلی

دہلی کے اصحابِ فضل و کمال اور اربابِ دین و دانش کے جلو میں مفسرِ قرآن مولانا عبدالستار سلام قاسمی، مہتمم دارالعلوم دہلی نمایاں اور ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ موصوف کو قسامِ ازل نے بے شمار علمی و عملی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

میں موصوف کو آج سے نہیں، زمانۂ طالب علمی سے جانتا ہوں، عربی و اُردو ہر دو زبان میں کیا تحریر اور کیا تقریر، اُن کا منفرد انداز ہے، جس میں قاری و سامع الفاظ کی سلاست و روانی، دلنشیں اسلوبِ بیان کے ساتھ ساتھ تحقیق و تتبع کے سمندر سے لعل و جواہر بھی اپنے دامن میں سمیٹتا چلا جاتا ہے۔

موصوف پڑھنے کے زمانے ہی سے لکھنے کا صاف ستھرا اور اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں زمانۂ طالب علمی کے دوران ان کی ادارت میں شائع ہونے والے اردو، عربی دیواری پرچوں میں ان کے مضامین بڑے ذوق و شوق سے پڑھے جاتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ موصوف نے اُس وقت غالباً ۱۹۷۴ء یا ۱۹۷۵ء میں ایک انقلابی قدم اٹھاتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے ماحول میں پہلی بار انگریزی زبان میں ماہنامہ دیواری پرچہ Darul Uloom Times نکال کر سب کو حیرت میں ڈال دیا تھا، خوب یاد ہے کہ اس وقت سے

Marfat.com

مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَطَابَ ثَرَاہ ،موصوف کو جو اُس وقت ایک طالب علم ہی تھے بحیثیت ایڈیٹر دار العلوم ٹائمز اُن کے کمرے ۲۶ر مولسری میں مبارکباد پیش کرنے تشریف لائے تھے اور ہم طلبہ اُن کی اس سعادت پر مدتوں رشک کناں رہے۔ درسیات میں اعلیٰ وامتیازی نمبرات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کی ادبی وثقافتی سرگرمیوں میں پیش پیش رہنے والی شخصیات میں ایک نام عبد الستار سلام کا بھی تھا۔

دار العلوم دیوبند میں موصوف کی سرگرمیوں کا محور ومرکز ''النادی الادبی'' تھا جسے سابق معاون مہتمم حضرت الاستاذ مولانا وحید الزماں کیرانویؒ نے قائم کیا تھا اور مؤلف موصوف اس کی سرگرمیوں میں اس طرح شامل تھے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا مشکل تھا۔

صد سالہ اجلاس میں اہم تقاریر کے ترجمے کی سعادت نے موصوف کے علمی اعتبار میں چار چاند لگا دیئے ہیں، ایک لمبے عرصے تک عربی پندرہ روزہ جریدہ ''الکفاح'' میں اپنے نام کے ساتھ ساتھ 'سلام الجدی' اور 'غلفام بک' قلمی ناموں سے مضامین لکھتے رہے، شیخ عبد الفتاح ابوغدہ کی کتاب صَفَحَاتٌ مِنْ صَبْرِ الْعُلَمَاء کا ترجمہ: ''صبر واستقامت کے پیکر'' آپ ہی کی علمی کاوشوں کا ایک حصہ ہے، ترجمے کے علمی مرتبہ کو بیان کرنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ شیخِ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ قمر الزماں صاحب الہ آبادی خلیفہ ومجاز مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہؒ کی تالیف ''وصیۃ الآداب'' میں کتاب کے ایک حصے کو شامل کرنے کے ساتھ ساتھ، اس کے مکمل و بالاستیعاب مطالعے کی خصوصیت کے ساتھ تاکید کی گئی ہے۔

آل انڈیا تنظیم علماءِ حق، دہلی کے اغراض ومقاصد میں موجودہ دور کے اصحابِ فضل وکمال کی علمی کاوشوں کو اُجاگر کرنا اور منظرِ عام پر لانا بھی شامل ہے لہٰذا تنظیم کو موصوف کے رشحاتِ قلم ''پیامِ رسالت'' جو کہ ترجمانِ دار العلوم میں بالاقساط شائع ہوتے رہے ہیں، مجموعے کی شکل

Marfat.com

میں شائع کرتے ہوئے نہایت خوشی و مسرت ہو رہی ہے۔ موصوف نے سماجی و معاشرتی مسائل پر کسی ایک حدیث کو موضوع بنا کر بڑے دلنشیں اور موٴثر انداز میں تشریح کی ہے، وقت کے مشائخ اور جلیل القدر اصحابِ علم وفضل نے کتاب کی افادیت کا کھلے دِل سے اعتراف کیا ہے۔

دُعا ہے کہ پروردگار کتاب کے فیض کو عام وتام فرمائے اور موٴلف موصوف کے ساتھ ساتھ ناشر آل انڈیا، تنظیم علماء حق کی خدمات کو قبول فرمائے اور آئندہ مزید کی توفیق ارزانی فرمائے۔

ایں دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

دُعا گو ودُعا جو

محمد اعجاز عرفی القاسمی

جنرل سکریٹری آل انڈیا، تنظیم علماءِ حق، دہلی

۳ر شعبان ۱۴۲۶ھ

۸ر ستمبر ۲۰۰۵

Marfat.com

فاتحۃ الکتاب

محدثِ عصر حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم
شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم (وقف) دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بات صاف ہے کہ نہ منطق کا کوئی جذرِ اصم، نہ فقہ کا مسئلہ طہر متخلل، نا ہی فلسفے کا عقدۂ لاینحل، نہ حدیث وتفسیر کا کوئی نا قابلِ فہم مقام ـــــ جس ذاتِ اطہر ومطہر کو خاتمیت کا تاجِ زرّیں سرِ اقدس پر رکھ کر اس دنیا میں بھیجا جا رہا تھا، شروع سے آخر تک دیکھ جایئے خاتمیت ہر جگہ بے غبار و نمایاں نظر آئے گی، خود خاتم الرسل، نازل کتاب خاتم الکتب، قوانینِ الٰہی (شریعت) کی دستاویز خاتم الشرائع حد تو یہ ہے کہ اس جیتی جاگتی دنیا کا خاتمہ بھی اسی مُزکّی ومُعطّر شخصیت سے وابستہ، خود فرمایا کہ قیامت اور میں اس طرح متصل ہیں جیسا کہ ہاتھ کی دو انگلیوں میں کوئی فصل و فاصلہ نہیں، یہ نہ کہیے کہ پندرہ سو سال اُس قدسی الاصل کو دنیا چھوڑے ہوئے گزر گئے لیکن قیامت نہیں آئی، بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ دنیائے دوں نہ اب کسی رسول سے آشنا ہوگی نہ کوئی نئی شریعت آئے گی، نہ کوئی نیا دین۔ ختم واختتام میں کتنا ہی عرصہ حائل ہو، لیکن بہر حال اس کا یوں ہی اختتام ہوگا۔

اِدھر یہ طے شدہ ہے کہ ہر صدی پر تمدن، تہذیب، کلچر، لباس و پوشاک، کھانے پینے کے طریقے، رہنے سہنے کے انداز، حد تو یہ ہے کہ زبان تک بدل جاتی ہے، نظم ہو یا نثر ان کے تیور میں تبدیلی آجاتی ہے، تصنیف وتالیف، صحافت وخطابت نئے چولے بدلتے ہیں، جب یہ سب کچھ ہے تو قرآن کی حفاظت کا وعدہ تو اس قوی وقادر فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ و لَطِيْفٌ لِمَا يَشَآءُ نے

Marfat.com

خود ہی لے لیا، صدیوں کے اُلٹ پھیر اور مخالفانہ سازشوں کے طومار کے باوصف قرآن کے ایک حرف تو در کنار، ایک نقطے میں بھی تبدیلی نہیں آئی، گویا کہ قدم قدم پر فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ کا مظاہرہ۔ اگر اسی انداز میں خدا کے مقدس پیغمبر کے ارشادات بھی محفوظ کیے جاتے، یعنی خدائی حفاظت کا حصار اس کے اردگرد بھی گھیر دیا جاتا تو بتایا جائے کہ اَلْقُرآن اور اَلْحَدِيث میں فرق کیا رہتا، حالاں کہ ایک معبودِ برحق کا کلام ہے اور دوسرا عبدِ کامل و مکمل کا، لیکن چوں کہ صحیح ترین احادیث چھنی چھنائی، وضع و تحریف کے ہر گرد و غبار سے پاک، مُصَفّٰی اور مُنَقّٰی براہِ راست قرآن کی شرح و تفسیر ہیں، نہ سہی صراحتاً، ذیلاً و ضمناً ہی حفاظتِ قرآن کے وعدے میں حدیث کا مذکورہ بالا حصہ بھی محفوظ رہا اور محفوظ رہے گا۔

ان شاء اللہ۔

اور کیوں نہیں، جب سننے والے لسانِ رسالت سے خود سن رہے تھے: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"[1] فسق و فجور میں ڈوبا ہوا، معصیت و نافرمانی کے سمندر میں غرقاب پھر بھی کوئی نام نہاد مسلمان جہنم میں جانے کے لئے تیار نہیں، پھر کیا خیال ہے اُن کے بارے میں جن کے کانوں میں بلاواسطہ یہ انتہائی کلام پہنچ رہا تھا اور جن کا اپنے رسول ﷺ سے بے مثال عشق و والہانہ تعلق کی بے سروپا حکایات نہیں، بلکہ واقعات اور حقائق مستند دفاتر میں موجود ہیں، جنھوں نے اپنے رسول کی ایک ایک ادا کو جذب کیا تھا اور ہرگز ہرگز اس میں کوئی ترمیم و اضافہ اُن کو گوارا نہ تھا۔ بخاری ہی کی روایت ہے کہ حلقۂ تلامذہ میں ایک صحابی اسلام کے بنیادی ارکان میں صوم رمضان کو مقدم کرتے ہیں اور سفر حج کو مؤخر، اوٹ کر ایک شاگرد سے یہی حدیث سنی تو اس غریب کے حافظے نے ساتھ چھوڑ دیا، صوم کو مؤخر اور حج کو مقدم کر دیا، یہی صحابی چیخ اُٹھے اور فرمایا: "لا، صَوْمُ رمضان والحَجُّ هكذا سمعتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقُولُ"۔[2] جن کا عالم یہ تھا کہ مشہور صحابی جریر رضی اللہ عنہ سے بوقت بیعت یہ بھی وعدہ لیا

---

[1] جس نے میرے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا، وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ خود ڈھونڈ لے۔
(ترجمہ از مؤلف)

کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا، یہی جلیل القدر صحابی سوار چلے جاتے ہیں، کوڑا گر گیا، دیکھنے والے دوڑ کر اُٹھا کر دینا چاہتے ہیں، سب کو منع کر دیا، خود اُترے اور کوڑا اُٹھایا، فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا، معاویہ رضی اللہ عنہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، عوام میں اضطراب ہے، صورتِ حال سے فائدہ اُٹھا کر کچھ ہنگامہ خیزی کے لئے آمادہ، جریر رضی اللہ عنہ اتفاقاً وہاں موجود ہیں، سیدھے مسجد پہنچے، صَعِدَ الْمِنْبَرَ، حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ،[۲] تقریر کی ابتداء یہ تھی کہ خدا کے مقدس رسول نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا، اسی عہد کے ایفاء کے لئے میں آیا ہوں، نیا گورنر آنے ہی والا ہے، خدارا کوئی ہنگامہ نہ کرنا کہ بعد میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے، وعدے کی تکمیل ہوگئی اور خدا و رسول کا وفادار بندہ منبر سے اُتر گیا۔

صحاحِ ستہ کے سنن ابو داؤد میں پاؤں پر مسح ہوگا یا دھوئے جائیں گے؟ عثمان غنی رضی اللہ عنہ وضو کرتے ہیں، پاؤں دھوتے ہیں اور مبارک زبان پر یہ ہے: "هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[۳] الحاصل مسموعات و مشاہدات میں نہ کمی گوارا نہ بیشی کے روادار، تسلیم ہے کہ زمانے نے کروٹ بدلی، احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا اور وضعِ حدیث اچھے و برے مقاصد کے لئے شروع ہوگئی مگر اسے کیوں بھول جاتے ہیں کہ امیر المومنین ہارون رشید کے دربار میں وضعِ حدیث کے جرم پر سر قلم کرنے کے حکم کو سنتے ہی ایک شقی واضعِ حدیث ہنس پڑا، امیر المومنین کے اس سوال پر کہ یہ ہنسنے کا کیا وقت؟ بقول سعدی شیرازیؒ:

---

[۱] نہیں، صومِ رمضان اور حج، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مؤلف)

[۲] منبر پر تشریف لے گئے، خدا کی حمد و ثنا کی.... (مؤلف)

[۳] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دیکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

إِذَا يَئِسَ الْإِنْسَانُ طَالَ لِسَانُهُ كَسِنَّوْرٍ مَغْلُوبٍ يَصُولُ عَلَى الْكَلْبِ [1]

بولا: تیری حماقت پر، کہ اب میرے قتل سے کیا فائدہ؟ جب کہ میں ایک ہزار احادیث وضع کر کے معاشرۂ اسلامی میں درآمد کر چکا، امیر المومنین کا جواب سنیے اور سر دھنیے:

'اگر اس اُمت میں تجھ جیسے شقی پیدا ہوئے تو خدا کے فضل سے عبداللہ بن المبارکؒ اور احمد بن حنبلؒ بھی ہیں جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیں گے۔''

خدا جانے کتنی حدیث کی قسمیں نکالیں، قبولِ روایت کی کتنی شرائط زیرِ بحث آئیں، حدیث کے درجات متعین ہوئے، قبول و عدمِ قبول کے معیار کو سامنے رکھ کر رُوات کے درجات کی تعیین ہوئی، اِسناد کو تو اتنا اونچا اُٹھایا گیا کہ کہنے والوں نے یہاں تک کہا کہ اَلْإِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ، وَلَوْ لَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ'' [2] اور پھر اس اصول کی پابندی قابلِ دید و شنید، چناچہ شعبہؒ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْث کے یہاں ایک صاحب دوڑتے بھاگتے پہنچے اور بولے کہ مجھے بہت ضروری کام ہے اور آپ سے فلاں حدیث سننا بھی ضروری ہے، ایسا کیجئے کہ سند چھوڑ دیجئے، صرف متن سنا دیجئے، اس پر شعبہؒ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْث غضبناک لہجے میں چلائے: ''کیا چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا چاہتے ہو، ہم کوئی حدیث اس وقت تک نہیں سنائیں گے، تاوقتیکہ اس کی سند بیان نہ کریں۔''

اسناد میں بھی اتنا علو مقصود تھا کہ فَدَاهُ أَبِيْ وَ أُمِّي تک وسائط کم سے کم ہو جائیں، چناں چہ بخاری اَلْإِمَام اور ابنِ ماجہ کا امتیاز آج تک یہی درس گاہوں میں گونج رہا ہے کہ ان دونوں کے پاس ثلاثیات ہیں، دارمیؒ کیوں کہ ان دونوں سے عمر میں بڑے ہیں، اس لئے ان کے یہاں ثنائیات کافی ہیں، کہنے والوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تقلید کرنا ہی ہے تو دارمیؒ کی کی جائے،

---

1. جب انسان مایوس ہو جاتا ہے تو اس کی زبان دراز ہو جاتی ہے۔ جس طرح ایک بلی جب اُس کی جان پر بن آتی ہے تو وہ کتے پر بھی حملہ کر بیٹھتی ہے۔ (مؤلف)
2. سند دین کا حصہ ہے، اور اگر روایت میں سند نہ ہو تو جس کی مرضی میں جو آئے کہتا پھرے۔ (مؤلف)

Marfat.com

جن کے دامنِ علم وفن میں ثنائیات کے لعل و جواہر سب سے زیادہ موجود ہیں، لیکن یہ بوجہلی بھی دیکھنا ہمارا مقدر تھا کہ کچھ نام نہاد اہلِ علم اپنے اسلاف کے اسی امتیاز پر حملہ کر رہے ہیں، جن سے اُن کی شخصیت اہلِ علم میں امتیاز پاتی، یہی وہ اخلاف ہیں جو روزمرہ جہالت کے نئے خزاں رسیدہ درخت اُگاتے ہیں۔

اور اسی پر اکتفا نہیں، جرح و تعدیل کا فن ہی حفاظتِ حدیث کے لئے تیار کیا گیا، جہاں وہ مثالیں ملتی ہیں کہ تاریخِ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، باپ نے بیٹے کو نہیں چھوڑا، بیٹے نے اپنی تمام سعادتوں کے باوجود باپ کی روایت یہ کہہ کر رد کر دی کہ یہ حدیث میں معتبر نہیں، ایک بستی میں ایک نوجوان حدیث پڑھ کر تازہ وارد ہوا، لیکن استفادے کی مجلس بدستور بے رونق رہی تو اُس کے قبیلے والوں نے مَدِینی کی خدمت میں طلائی اشرفیوں سے لبریز تھیلا پیش کرتے ہوئے یہ درخواست کی کہ ہمارے قبیلے کے ایک نوجوان کے بارے میں آپ سے دریافت کیا جائے گا، توثیق نہ کیجئے، تنقیص سے بھی زبان بند رکھئے، گویا کہ خاموشی اور سکوت اس کی ثقاہت کا باعث بن جائے گا۔ مدینی اس پر چلائے اور فرمایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے سلسلے میں ہم کوئی غلط سکوت اختیار کریں گے؟

اسمائے رجال، فنِ جرح و تعدیل اور اسی قبیل کے اور فنون جو محدثین نے حدیث کی حفاظت کے لئے وضع کئے، ان کی گہرائیوں و وسعتوں، تحقیق و تفتیش، تنقید و تبصرے، بے لاگ گرفت، محتاط طرز اپنے پیغمبر خاتم النبیین ﷺ کے ارشادات کی حفاظت کے لئے وہ جلیل القدر کارنامے ہیں جنہیں بڑے سے بڑے دشمنِ اسلام نے بھی تسلیم کیا، اور یہ صرف اس لئے کہ دین کے قوام و تشکیل کے لئے اَلْقُرآن کے بعد اَلْحَدِیْث دوسرا استون ہے، مگر یہ دنیا ہے، یہاں نہ خدا تعالیٰ کو چھوڑا گیا نہ برگزیدہ جماعتِ انبیاء و رُسل کو، اس لئے دین کے سنگِ گراں کو راہ سے ہٹانے کے لئے طفلانہ و احمقانہ حرکتیں ہوتی رہیں اور ہوتی رہیں گی، مگر چراغ جلتے رہیں گے اور اُن کی روشنی سے تیرہ و تار عالم بہر حال منور رہے گا۔

رہے مؤلفِ کتاب برادرِ عزیز مولانا عبدالستار سلام قاسمی (سنبھلی) مہتمم دارالعلوم دہلی، چہرہ

Marfat.com

تیموری دبدبے کا مظہر، اگر نا گوار نہ ہو تو چنگیزی وحشت ہویدا، لیکن لب و لہجے کی شیرینی اس تلخی کو قند و نبات سے بدل دیتی ہے، ہلاکو بننا اُن کے لئے ممکن نہیں البتہ مہلوکین میں یہ پڑھتے ہوئے سرِفہرست رہتے ہیں ؎

اُٹھاؤ نہ خنجر، دُکھے گی کلائی　　گلا کاٹ لو گلبدن دھیرے دھیرے

زندگی کی پگڈنڈیوں میں ایسے تیز گام ہیں کہ صبح کہیں، کہیں ہے شام، یا بقول غالب ؎

رو میں ہے رخشِ عمر دیکھئے تھمے کہاں　　نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

تاب پری رخاں کا حوصلہ نہ تھا تو ''پریاگ'' کی خانقاہ میں سب کچھ تیاگنے کے لئے یہ کہتے ہوئے داخل ہو گئے ؎

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو ملی تو کہاں ملی　　میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

اب تسبیح بدست، خانقاہ کے سات شوط پورا کرنے میں مصروف ہیں۔

معروف و مشہور مجلہ 'ترجمان دارالعلوم' میں کسی حدیث کو موضوع بنا کر سبک و لطیف تشریح کرتے، انہیں نگارشات کو مجموعے کی شکل دے کر طباعت کے زریں زیورات سے آراستہ و پیراستہ کر رہے ہیں، خدا کرے کہ یہ مجموعہ قبولیت عام حاصل کرے اور [illegible] صنف فقد استہدف[1] کے تیروں سے ان کا جسم محفوظ و مامون رہے، اگرچہ اس قدر توانا و تندرست ہیں کہ باشتیوں کی طرف سے آنے والے تیر انہیں لہولہان تو کیا کرتے ہلکی سی خلش بھی محسوس نہیں کریں گے، انہیں کی فرمائش پر ارتجالاً[2] یہ چند صفحات سیاہ کر دیے جو راقم الحروف کے سیہ نامے میں ایک اور سیاہ اضافہ۔

انظر شاہ مسعودی کشمیری

بنی العثمانیہ

۲۹ ـ ۲ ـ ۱۴۲۶ھ

۱۔ مصنف لوگوں کا نشانہ بنتا ہے۔ ([illegible])　　۲۔ فی البدیہہ [illegible]

پیامِ رسالت ــــ اصلاحِ معاشرہ کا پیغام

مفسرِ قرآن حضرت مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی دامت برکاتہم
سربراہ ادارۂ رحمتِ عالم، لال کنواں، دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا عبدالستار سلام قاسمی مہتمم دارالعلوم دہلی کی بیش قیمت کتاب ''پیامِ رسالت اصلاحِ معاشرہ کا پیغام'' اس ناچیز کے سامنے ہے اور مصنفِ علام کا یہ حکم ذہن میں ہے کہ اس کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات تحریر کریں۔

مصنف علام کا شخصی تعارف مولانا عمید الزماں صاحب کیرانوی نے تحریر کیا ہے، مولانا محترم مصنف علام کو شروع سے جانتے ہیں اور قریب سے پہچانتے ہیں اس لئے مصنف علام کی علمی حیثیت اور ان کی علمی اور تحقیقی فضیلت پر اُنہوں نے جو کچھ تحریر کیا ہے اور اپنے تاثرات کو سچے موتیوں کی لڑی بنا کر پیش کیا ہے اس کے بعد میرے لئے اس موضوع پر لکھنے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟

مصنف علام کے علم وفن کا کمال، تقریر و خطابت کا کمال، قرآن کی تفسیر بیان کرنے پر قدرتِ تامہ، عوامی جلسوں میں خطابت کا دبدبہ، بھاری بھرکم ڈیل کا اپنی بھاری بھرکم آواز کے ذریعہ تاثر دینے کی کامیاب کوشش، محنت کشی کی قابلِ قدر صلاحیت اور قابلِ رشک خدمت اور ان تمام اوصاف کے ساتھ مولانا موصوف کا عہدِ حاضر کے مشہور صاحبِ نسبت و صاحبِ مقبولیت شیخ مولانا وصی اللہ صاحب الہ آبادی کے سلسلے سے منسلک ہونا اور شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے خلیفۂ ارشد مولانا قمر الزماں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنا ایک ایسی فضیلت ہے جو ان کے علمی فضائل پر روحانی انوار کا سایۂ رحمت ڈال کر نُورٌ عَلٰی نُور کر دیتی ہے۔

یہ تمام خوبیاں مولانا کیرانوی صاحب نے بڑے سلیقے سے تحریر کی ہیں، اب میں کون کہ

Marfat.com

خواہ مخواہ، کیا لکھوں کہ خواہ مخواہ، بڑوں کے سامنے زبان کھولوں کہ خواہ مخواہ۔

پھر دوسرا نہایت قیمتی اور ادب و بلاغت کا نہایت مؤثر انشائیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیری کا مضمون، کیا کہنے ہیں اس بلاغت کی رنگینی کے؟

شاہ صاحب کے مضمون نے اس عوامی استفادے کی کتاب کو خواص اہلِ علم کے استفادے کی کتاب بنا دیا ہے۔

علمِ حدیث کے مختلف پہلوؤں پر کس محققانہ اور اچھوتے انداز سے کلام کیا ہے شاہ صاحب نے، اِس پر اپنے بزرگ زادے کی قابلیت پر اس ناچیز کو فخر کرنے کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ اس میدان میں یہ ناچیز دو لفظ بھی تحریر کرنے کے قابل نہیں۔ کیا کہنے ہیں شاہ جی کے البیلے اندازِ تحریر کے کہ مصنف علام کے چنگیزی چہرے پر کیا خوبصورت علمی نقاب ڈالا ہے، قلم چومنے کو جی چاہتا ہے۔

بہر حال کافی دیر سوچتا رہا کہ مصنف علام کو میرے ساتھ جو خداداد عقیدت و محبت ہے اس کا تقاضا کس طرح پورا کروں؟ پھر خدا کی طرف سے یہ موضوع مجھ پر القا ہوا کہ مصنف صاحب نے کتاب میں جس قسم کے مضامین جمع کئے ہیں ان سے حقیقت کا مقصد معلوم کرنا چاہئے۔ کیوں کہ کتابِ ہذا کی صحیح خدمت یہ ہے کہ عام مسلمان ان مضامین سے وہ تعلیم پائیں جو مصنف کے پیشِ نظر ہے۔

مصنف کی ذاتی علمی قابلیت اپنی جگہ اہم موضوع ہے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ مصنف کے جمع کردہ مضامین اُمتِ مسلمہ کے لئے کیا پیغام رکھتے ہیں، اُمتِ مسلمہ موجودہ حالات میں کس پیغام کی محتاج ہے، میں نے اس پہلو سے کتاب کو دیکھا اور اپنے مضمون کی سرخی میں اس اہم مقصد کا اظہار کر دیا۔

مصنف محترم نے بائیس مضامین تحریر کئے ہیں، ان میں صرف دو تین مضمون تو فضائل سے متعلق ہیں ورنہ تمام مضمون اصلاحِ معاشرہ اور اصلاحِ اخلاق سے تعلق رکھتے ہیں۔

Marfat.com

مصنف محترم کو چاہئے تھا کہ وہ ان مضامین کی اشاعت کا مقصد اصلاحِ معاشرہ واخلاق اپنے قلم سے تحریر کرتے تا کہ قارئین کو معلوم ہوتا کہ مصنف محترم صرف اپنی ایک کتاب شائع کرنے کا شوق پورا نہیں کر رہے بلکہ ملتِ مسلمہ کی ایک اہم ضرورت اور دعوتِ حق کی ایک اہم ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔

بے شک مصنف محترم اُمت کی اس ضرورت کا شعور رکھتے ہیں اور میں نے ان کی جو تقریریں سنی ہیں ان میں وہ تقریر برائے تقریر کے دائرے میں بھی نظر نہیں آتے، بلکہ ان کے ذہن میں مسلمانوں کو اصلاحِ حال کا پیغام دینا ہوتا ہے۔

میرا اپنا معمول ہے کہ میں اپنی مختصر شرکتِ جلسہ کے ساتھ مولانا قاسمی کو تقریر کی دعوت دلواتا ہوں اور ان سے شرکت کی درخواست کرتا ہوں۔ کیوں کہ میں چاہتا ہوں کہ دہلی اپنی روایات کے مطابق اچھے مقررین سے خالی نہ ہو اور مولانا عبدالستار سلام قاسمی، دہلی کی شایانِ شان اپنے اندر تقریر کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بہر حال مولانا کی یہ کتاب مقصدی ہے، اصلاحِ معاشرہ کی جان ہے، مسلم جماعتیں اپنے پروگرام (اصلاح معاشرہ) میں اس کتاب کی اشاعت کا انتظام کریں۔

ایک نہایت سخت بات کہنے جا رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس کتاب کو ایک مقصدی کتاب کے طور پر شائع کرنے والے (جس کی عام اجازت ہے) اس کتاب کو ابتدائی اور تعارفی مضامین کے بغیر شائع کریں گے تا کہ یہ کتاب پہلی نظر میں اپنا اثر قائم کرے اور قارئین اسے مصنف علام کی تعارفی کتاب نہ سمجھیں، بلکہ اسلام اور دینِ حق کی تعارفی کتاب سمجھیں اور توجہ کے ساتھ پڑھیں۔

مصنف علام کو اگر یہ مشورہ گراں گزرے تو انہیں اجازت ہے کہ وہ اسے مضمون سے نکال دیں، مجھے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

اصلاحِ معاشرہ، حقوق العباد!

کتاب کے اصلی مقصد کی مزید وضاحت کر دوں، اصلاحِ معاشرہ کا تعلق حقوق العباد سے

Marfat.com

ہے اور کتابِ ہٰذا کے مضامین حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلام میں حقوق العباد کی اہمیت یہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کا تعارف حقوق العباد کی ادائیگی سے کرایا گیا ہے۔

قرآن کریم نے اس اُمت کا لقب ''خیرِ اُمت'' رکھا ہے۔

کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ

خیرِ اُمت یعنی جس اُمت میں خیر، بھلائی ہو اور جو خیر و بھلائی پھیلاتی ہو۔

قرآن نے کُنتُم اُمَّۃً عَابِدَۃً تُقِیمُونَ الصَّلاۃَ نہیں کہا یعنی یہ نہیں کہا کہ اے مسلمانو! تم عبادت گزار اُمت ہو، جو نماز قائم کرتے ہو.... الخ

اس پیرایۂ بیان میں حقوق العباد کی ادائیگی اور اخلاقِ حسنہ سے بہرہ مندی کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے، عبادت گزاری بہر حال اسلام کا بنیادی حکم ہے۔

حقوق العباد کی ادائیگی سے معاشرے میں امن و اتحاد قائم ہوتا ہے۔ باہمی حقوق کی ادائیگی سے آپس میں محبت و رفاقت پیدا ہوتی ہے۔

پیشِ نظر کتاب کے تمام مضامین اسلام کے اسی مقصد سے تعلق رکھتے ہیں، جو آج کے مسلمانوں کی آبرومندانہ زندگی کے لئے لازمی ہے۔

اسلامی عبادت کا مفہوم عام ہے۔

قرآنِ کریم میں عبادت (خدا کی بندگی) کا مفہوم عام ہے اور اس کا مطلب شریعت الٰہی کے تمام احکام کی تعمیل کرنا ہے۔ وہ احکام حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے متعلق ہوں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ.

اور ہم نے جن اور انسان کو اپنی بندگی کے لئے بنایا ہے۔

یعنی اس لیے بنایا ہے کہ وہ ہمارے دینِ برحق کے بیان کردہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کریں حقوق اللہ کی آیت کریمہ:

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ.... الآیة

کامیاب ہیں وہ لوگ جو ایمان والے ہیں، ایمان میں تمام عقائدِ حقہ پر ایمان لانا داخل ہے، یہ لوگ اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں اور ناکارہ باتوں سے گریز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

حج کا حکم علیحدہ دوسری آیت میں ہے۔

حقوق العباد کی آیت!

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ. (النساء:۳۶)

اے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک نہ قرار دو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ اور اجنبی پڑوسی کے ساتھ اور کچھ دیر پاس بیٹھنے اُٹھنے والے عارضی اور وقتی پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک اختیار کرو۔

یہ تیسرے درجے کا پڑوسی مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ ایک مسلمان جو دنیا کے کسی کونے میں آباد ہے، اس کا واسطہ بازاروں میں، دفتروں میں، سفر میں، کارخانوں میں ہر انسان سے پڑتا ہے اس لئے قرآنِ کریم نے پڑوسی کے فطری رشتے سے تمام انسانی برادری کے ساتھ میل محبت کے ساتھ رہنے کی تعلیم دی ہے۔

اخلاقِ حسنہ، حقوق کی ادائیگی ہے۔ اخلاقِ حسنہ کا مفہوم صرف پیار ومحبت اور رحم وکرم اختیار کرنا نہیں ہے بلکہ انسانی حقوق ادا کرنا ہے۔ ہر اچھے اخلاق کا تعلق ایک حق سے ہے اور عملی طور پر اس حق کی ادائیگی کا نام اخلاق ہے۔

حضور ﷺ کا خاص وصف صاحبِ خلقِ عظیم ہے۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ. (القلم:۴)

Marfat.com

بے شک اے نبی محترم! آپ نہایت عظیم اخلاق پر قائم ہیں۔

ہر نبی صاحبِ خلق تھا مگر حضور ﷺ خلقِ عظیم کے مالک تھے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ انسانی زندگی کے تمام حقوق ادا کرنے پر مامور تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے اس مشن کو پورا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیائے سابقین کے عہد میں انسانی زندگی محدود تھی اور آخری رسول ﷺ اس دور میں آئے جب انسانی زندگی اپنے پورے پھیلاؤ کے ساتھ ظہور میں آنے والی تھی۔ یہی مطلب ہے کہ حضور ﷺ عالم گیر پیغمبر تھے اور قرآنِ کریم عالم گیر پیغامِ ہدایت ہے۔

قرآنِ کریم نے آخری پیغمبر کی اُمت کے لیے بھی یہی مشن مقرر کیا ہے اور آخری نبی کی آخری اُمت تمام انسانوں کے ساتھ رنگ و نسل اور قوم و برادری کے بھید بھاؤ سے اوپر اُٹھ کر سب کے ساتھ اخوت و بھائی چارہ کے معاملات کرنے کی ذمہ دار ہے۔

اسلام کی دعوت دینا اس اُمت کا فریضہ ہے لیکن وہ تبلیغ و دعوت حکمت اور عقل مندی کے ساتھ ہو، بہترین نصیحت و موعظت کے ساتھ ہو، یعنی مخاطب وہ پیغام سن کر اپنے دل کی کھڑکیاں کھول دے، دعوت و تبلیغ میں اگر دل شکنی کا انداز آئے گا تو سننے والے کا دل بند ہو جائے گا کیوں کہ دل بہت نازک چیز ہے، شاعر کہتا ہے ؎

ہمارے شیشۂ دل کو سنبھل کر ہاتھ میں لینا
نزاکت اس میں اتنی ہے نظر سے جب گرا ٹوٹا

اور ہمارے اسلاف نے یہ ذمہ داری پوری کی ہے اسی مشن کے مطابق مسلم معاشرے کی تربیت کرنی ہے۔ تب یہ وعدہ پورا ہوگا:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اے مسلمانو! تم سربلند رہو گے اگر تم مکمل طور پر ایمان و اسلام کی تعلیمات پر قائم رہے۔

اُمت میں اتحاد؟

اُمتِ مسلمہ کے اندر اتحاد و اتفاق صرف اتحاد، اتحاد کا شور مچانے سے قائم نہیں ہوگا،

Marfat.com

اختلاف کی ہلاکتیں بیان کرنے سے نہیں ہوگا، بلکہ اتحاد کے اسلامی فارمولے پر عمل کرنے سے ہوگا۔ وہ پیغمبری فارمولہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی سے ہوگا۔

اصحابِ وسائل، خاص طور پر حاکم اور دولت مند طبقہ کمزوروں کے حقوق ادا کرے۔ دولت اور سیاست کی نمائش کو عیش پسندی کو، شادی بیاہ کی فضول خرچی کو غریبوں کے حقوق واجبہ ادا کرنے پر قربان کرے۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اسی نسخے پر عمل کر کے صدیوں سے لڑنے بھڑنے والے عربوں کو رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ بنادیا ایک دوسرے کا ہمدرد بنادیا، آپس میں بڑے اور چھوٹے ایک دوسرے کے غم خوار اور غم گسار بن گئے۔

اسراف پسند دولت مندوں کو تنبیہ کی جائے، سرزنش کی جائے، سماجی دباؤ ڈالا جائے تاکہ یہ اصحابِ ثروت، اعتدال پسندی کی راہ پر چلیں۔

اس اہم کتاب کا یہی پیغام ہے، غالب نے کہا ہے۔

بے اعتدالیوں سے اپنی سبک سب میں ہم ہوئے
جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے

میں اس اہم کتاب کی اشاعت کا انتظام کرنے والے جناب مولانا محمد اعجاز عرفی جنرل سکریٹری تنظیم علماءِ حق، دہلی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، کہ انہوں نے اپنے ایک قلندر صفت ساتھی کو اس جدوجہد سے بچایا کہ وہ ایک ایک مالدار مسلمان کے دروازے پر حاضری دیں اور پھر ناکام ہوکر دل گیر ہوں۔

۲ رشعبان ۱۴۲۶ھ
۷ رستمبر ۲۰۰۵

اخلاق حسین قاسمی دہلوی
ادارہ رحمتِ عالم، لال کنواں، دہلی

Marfat.com

رائے عالی

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی وحضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

مکرم مولانا عبدالستار سلام قاسمی صاحب (مہتمم دارالعلوم دہلی) کا مرتب فرمودہ مجموعۂ احادیث مع ترجمہ وشرح کو سرسری دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ماشاء اللہ حدیثوں کے ترجمہ وتشریح کو جستہ جستہ دیکھنے سے بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ کتاب ''پیامِ رسالت ــــ اصلاحِ معاشرہ کا پیغام'' نہایت بصیرت افروز اور امت کی اصلاح کے لئے نفع بخش تحفہ بلکہ نسخہ ہے۔ فَجَزَاکُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

مثلاً علاماتِ نفاق کے تحت جو حدیث: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ کا ترجمہ: ''ہمیشہ دروغ گوئی سے کام لے، ہمیشہ وعدہ خلافی کرے اور ہمیشہ امانت میں خیانت کرے'' بہت ہی جامع ہے، اس لئے کہ گاہے گاہے دروغ گوئی وغیرہ جب کہ خو اور عادت کے طور پر نہ ہو، یہ علامتِ نفاق نہیں ہے بلکہ معصیت ہے۔

اس لئے دلی تقاضا ہے کہ یہ گلدستۂ احادیث جلد از جلد طبع ہو جائے تاکہ اس کے مطالعہ سے متمتع ہونے کا موقع نصیب ہو۔ آمین اور امت کے عوام وخواص کو اس کے پڑھنے کی توفیق میسر ہو اور اس کی خوشبو سے دل ودماغ معطر ہو۔ آمین

فقط

محمد قمر الزمان الہ آبادی
۱۱ر رجب ۱۴۲۶ھ
دار المعارف الاسلامیہ۔ الہ آباد

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولفِ کتاب میری نظر میں

مولانا عمید الزماں کیرانوی
کارگزار صدر تنظیم ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند،
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت و
ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

برادرِ عزیز محترم مولانا عبد الستار سلام قاسمی، مہتمم دار العلوم دہلی ایک انتہائی باصلاحیت ممتاز عالمِ دین ہیں؛ ان کی صلاحیتیں متنوع الجہات ہیں۔ مختلف علمی میدانوں میں سرگرمِ عمل رہ کر اپنی وہبی و کسبی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کر چکے ہیں۔ ان کا تعلق یوپی کے مشہور و معروف مردم خیز قصبہ ''سنبھل'' سے ہے اُنھوں نے دار العلوم دیوبند میں تحصیل علم کے دوران برادرِ گرامی قدر مولانا وحید الزماں کیرانویؒ سے نہ صرف عربی زبان میں استفادہ کیا بلکہ ان کے زیرِ تربیت رہ کر اور بھی بہت کچھ اخذ کیا اور بعد میں برادرِ مرحوم کے قائم کردہ ''دار المؤلفین، دیوبند'' کے نائب معتمد (اسسٹنٹ ڈائریکٹر) کی حیثیت میں بھی ان کے دستِ راست کے طور پر کام کیا، چنانچہ جرأت و بیباکی، عربی و اُردو زبان میں تحریر و تقریر، تصنیف و تالیف اور انتظام و انصرام کے معاملات میں اپنے اُستاذِ محترم کا رنگ و آہنگ ان کے اندر نمایاں نظر آتا ہے۔

وہ بہترین عربی لکھنے اور بولنے پر قادر ہیں۔ اُردو تو ان کی مادری زبان ہے لیکن ہر آدمی اپنی مادری زبان کا مقرر و خطیب کہاں ہوتا ہے، مولانا عبد الستار سلام قاسمی صاحب اُردو کے علاوہ عربی کے بھی قادر الکلام مقرر ہیں۔ وہ تفہیم پر قادر ایک اچھے مدرس بھی ہیں،

111807

Marfat.com

تصنیف و تالیف اور ترجمہ میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے ہیں، ان کا مطبوعہ کام اس بات کی منھ بولتی شہادت ہے۔ انتظامی صلاحیت بھی ان کا ایک طرۂ امتیاز ہے۔ جب کوئی انتظامی ذمہ داری وہ انشراح کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں تو اس کو پوری محنت، لگن اور انہماک کے ساتھ انجام دیتے ہیں اور اس قدر سرگرم و فعال ہو جاتے ہیں کہ خود فراموشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

پچھلے تقریباً تیرہ، چودہ سال سے وہ بڑی پابندی کے ساتھ ترجمہ و تفسیرِ قرآن کریم بیان کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اُن کی ایک ممتاز مفسرِ قرآن کی حیثیت سے شناخت بنتی جا رہی ہے۔ تحقیق و تتبع ان کے مزاج کا حصہ ہے۔ تحقیقاتِ بادرہ بیان کرنا اُن کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ وہ زندگی کے آرام و آسائش اور وسائل کے فقدان کے باوجود بحرِ علم کی غواصی کر کے انمول علمی ہیرے و جواہرات لانے اور پیش کرنے کے عادی ہیں، اس کے لیے وہ قدیم مراجع سے لے کر کتبِ جدیدہ تک سے استفادہ میں بڑے مشاق ہیں، جس کی جھلک ان کی تحریر و تقریر دونوں میں نمایاں رہتی ہے۔

2000ء میں الامام محمد قاسم نانوتویؒ سیمینار کے وقت تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند۔ دہلی کو ایک ایسی شخصیت کی تلاش تھی جو گوناگوں علمی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ حد درجہ فعال بھی ہو، چنانچہ نگاہِ انتخاب مولانا عبدالستار رسلام قاسمی مہتمم دارالعلوم دہلی پر پڑی، اُنھوں نے اپنی تمام مفوضہ ذمہ داریوں کو حسبِ توقع بحسن و خوبی انجام دیا۔

اسی دوران تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کی جانب سے شائع ہونے والے علمی ماہنامہ مجلّہ 'ترجمان دارالعلوم' کی ادارت کے فرائض بھی اُنھوں نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ اُنھوں نے ''پیامِ رسالت'' کے عنوان سے منتخب احادیث نبوی ﷺ کو ضروری تشریح و توضیح کے ساتھ پیش کرنا شروع کیا جس کو قارئین کرام نے بہت پسند کیا اور یہ سلسلہ کافی عرصہ تک قائم رہا اور نتیجہ کے طور پر دل نشین و مناسب تشریح کے ساتھ ایک

Marfat.com

قابل قدر مجموعۂ احادیث تیار ہو گیا۔

یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ اب ''پیامِ رسالت ــــ اصلاحِ معاشرہ کا پیغام'' عنوان کے تحت ترجمان دارالعلوم میں شائع شدہ اُن منتخب احادیث کو مع ترجمہ وتشریح ایک مرتب مجموعہ کی شکل میں شائع کرنے کا عزم کیا گیا ہے۔ قابل مبارک باد ہیں آل انڈیا تنظیم علماءِ حق اور اس کے جنرل سکریٹری محترم مولانا محمد اعجاز عرفی صاحب جو ایک فعال وذی علم شخصیت کے مالک ہیں، جنہوں نے اس کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے اور زیادہ سے زیادہ دینی وعلمی کتابوں کی طباعت واشاعت کی توفیق عطا فرمائے اور تنظیم علماءِ حق کو اس کے لیے ضروری وسائل سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

مجھے اُمید ہے کہ قارئین کرام اس مجموعۂ احادیث کے ترجمہ وتشریح میں مولانا عبدالستار سلام قاسمی مہتمم دارالعلوم دہلی کی اُن علمی خصوصیات کی کچھ نہ کچھ جھلکیاں ضرور پائیں گے، جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ ہر موضوع ایسا نہیں ہوتا جس میں صاحبِ صلاحیت اپنی صلاحیتوں کی بھرپور عکاسی کر سکے۔ قرآن واحادیث کے موضوع پر قلم اُٹھانا کوئی معمولی کام نہیں، موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر احتیاط کے تقاضے اچھے اچھے قابل حضرات کی صلاحیتوں کے بیباک آزادانہ اظہار پر روک لگا دیتے ہیں۔ بہرحال میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید کرتا ہوں کہ قارئین کرام ان مجموعۂ احادیث سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو کر سعادتِ دارین حاصل کریں گے۔ اور اپنی دعواتِ صالحہ میں مرتب وشارح احادیث اور ناشر کے ساتھ ساتھ اس خاکسار بندۂ عاصی راقم السطور کو بھی فراموش نہ فرمائیں گے۔

والسلام

عمید الزماں کیرانوی

7راگست 2005ء

Marfat.com

تقریظ

حضرت مولانا محمد اسرار الحق قاسمی دامت برکاتہم
صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرِ مکرم مولانا عبدالستار سلام قاسمی مہتمم دارالعلوم دہلی سے جو کہ ایک مشہور و معروف عالم دین ہیں، احقر کا تعارف لگ بھگ ۲۲-۲۳ سال پرانا ہے۔ غالباً ۱۹۸۴ء کی بات ہے جب جمعیۃ علماء ہند کا شعبہ عربی حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کی زیرِ نگرانی دیوبند میں قائم ہوا تھا اور مولانا موصوف اُس کے انچارج مقرر کیے گئے تھے، میں اُس وقت جمعیۃ علماء ہند کا ناظم اعلیٰ تھا۔ تقریباً دو سال تک یہ دفتر دیوبند میں رہا، پھر بعض ناگزیر اسباب کی بنا پر نہ صرف یہ کہ دفتہ دہلی منتقل ہوگیا بلکہ اس کو بند کرنا پڑ گیا۔

ان دو سالوں میں مولانا موصوف کا دفتری اُمور کے سلسلے میں بار بار دہلی آنا اور مجھ سے ملنا جلنا رہا، مولانا کے اُردو سے عربی اور عربی سے اُردو ترجمے کی بھرپور صلاحیت اور علمی رسوخ کا بخوبی علم مجھے اسی دوران ہوا۔ اس کے بعد دیر سویر ملاقات ہوتی رہی اور اب جب کہ مولانا موصوف کو دہلی آئے تقریباً سولہ سترہ سال ہو چکے ہیں، اور تقریباً نو سال سے وہ میرے پڑوس میں ہی رہتے ہیں، اس لیے مولانا سے برابر ملاقات رہتی ہے۔

مؤلفِ کتاب مولانا عبدالستار سلام قاسمی، اپنے مزاج اور عادت کے اعتبار سے انتہائی خلیق و متواضع ہیں۔ پرانی دہلی میں موصوف کی تفسیر کا حلقہ مشہور ہے۔ کئی بار میرا بھی جانا ہوا

Marfat.com

ہے اور یہی محسوس کیا ہے کہ شہر کے بااثر حضرات مولانا موصوف کے ساتھ عقیدت واحترام کا تعلق رکھتے ہیں۔

پچھلے دنوں شیخِ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ قمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم سے بیعت واسترشاد کا تعلق قائم ہوجانے سے اُن کی قدرومنزلت دوچند ہوگئی ہے، رہی اُن کی زیرِنظر کتاب ''پیامِ رسالت ـــــ اصلاحِ معاشرہ کا پیغام'' تو اس کی اہمیت وافادیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وقت کے جنید وشبلی نے نہ صرف یہ کہ پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے بلکہ اُمت کی اصلاح کے لئے بہترین نسخہ بتایا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُمت کے عوام وخواص کے ساتھ ساتھ اس عاجز وعاصی کو بھی کتاب سے زیادہ سے زیادہ نفع اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور مؤلف وناشر ہردو کے لئے ذخیرۂ آخرت اور باقیاتِ صالحات بنائے۔ آمین

محمد اسرارالحق قاسمی
صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، دہلی

۳رشعبان ۱۴۲۶ھ
۸رستمبر ۲۰۰۵

Marfat.com

اندھیرے میں ایک قندیل

حضرت مولانا فضیل احمد قاسمی مدظلہ
جنرل سکریٹری مرکزی جمعیۃ علماء ہند، دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا عبدالستار سلام قاسمی، مہتمم دارالعلوم دہلی کی تازہ تصنیف ''پیامِ رسالت: اصلاحِ معاشرہ کا پیغام'' دیکھ کر دلی مسرت ہوئی، جستہ جستہ دیکھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی، مولانا موصوف تحریر وتقریر ہر دوفن کے شہسوار ہیں، اصلاحِ معاشرہ پر مولانا موصوف کی نگارشات میں دل سوزی اور دردمندی بھی ہے، زبان وبیان کی چاشنی بھی اور تحقیق ومطالعے کے لعل وجواہر اور گوہرِ نایاب بھی۔

عرصہ ہوا، مولانا موصوف کے یہ مضامین تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دہلی کے ماہانہ ترجمان میں بالاقساط شائع ہوئے تھے اور قارئین نے خاصی تحسین کی تھی۔

چوں کہ یہ مضامین ترجمان کے شماروں میں بند تھے اور اندیشہ تھا کہ اوراقِ پارینہ میں کہیں گم نہ ہو جائیں، کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہوئی اور ہمارے مخلص دوست مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی جنرل سکریٹری آل انڈیا تنظیم علماءِ حق دہلی کو، کتابِ ہٰذا زیورِ طباعت سے آراستہ پیراستہ کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔ عرفی صاحب نہ صرف یہ کہ ایک جید عالم ہیں بلکہ علما نوازی اور اہلِ علم کی قدردانی میں ضرب المثل ہیں۔

Marfat.com

آج کے تباہ حال معاشرے میں، جب کہ ہر جگہ اخلاقی گراوٹ ہے، اقدار عنقا ہیں، اور ہر طرف آپا دھاپی ہے، ایسے میں اصلاح کا کام رسالت مآب ﷺ کے پیام ہی سے ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ حکمت و دانائی کے ساتھ ہو، اور جب ہم اِس حیثیت سے کتاب پر نظر ڈالتے ہیں تو بلاشبہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ اندھیرے میں ایک قندیل ہے۔

مشاہیر اہلِ علم اور صاحبِ نسبت بزرگوں کی وقیع تحریروں کے بعد احقر کی خامہ فرسائی کی قطعاً ضرورت نہ تھی، لیکن مؤلف کتاب کے دیرینہ جذبۂ اخلاص و محبت کے پیشِ نظر ان کے اصرار پر یہ چند سطریں سپردِ قرطاس ہیں۔

اللہ تعالیٰ مؤلفِ کتاب کی اس خدمت کو قبولیت عامہ سے نوازے اور اُمت کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔

آمین، یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ

خاکسار

فضیل احمد

۳؍شعبان ۱۴۲۶ھ

۸؍ستمبر ۲۰۰۵

جنرل سکریٹری مرکزی جمعیۃ علماء ہند، دہلی

Marfat.com

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۹۹۸ء کے شروع میں تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے دفتر سیمینار الامام محمد قاسم نانوتویؒ سے وابستہ ہونے کے چند ماہ بعد، ''ترجمان دارالعلوم جدید'' کی ادارت بھی خاکسار سے متعلق کی گئی، وابستگی کے بعد پہلا شمارہ (اگست-ستمبر ۱۹۹۸ء) کتابت کے بجائے کمپوز ہوکر شائع ہوا تو ہر جگہ تحسین ہوئی، بعض احباب کے مشورے پر اسی شمارے سے ایک کالم ''پیامِ رسالت'' کے نام سے شروع کیا، لکھنے لکھانے کا سلسلہ چھوٹے ہوئے عرصہ ہوگیا تھا، اپنے آپ پر جبر کرکے ہر ماہ چند صفحات سیاہ کرنے پڑتے، ترجمان کی ڈاک سے معلوم ہوتا کہ قارئین اس سلسلے کو پسند کرتے ہیں، بعض رسائل اپنے یہاں نقل کرنے لگے، چند حضرات سے معلوم ہوا کہ فلاں جگہ فلاں مضمون کی کئی سو فوٹو اسٹیٹ کاپیاں تقسیم کی گئیں، یہ سب سن اور دیکھ کر حوصلہ ملتا رہا اور قلم لنگڑی رفتار ہی سے سہی، بہرحال چلتا رہا۔

۲۰۰۰ء میں سیمینار کے بعد، چوں کہ میرا دفتر اور ترجمان سے ضابطے کا تعلق ختم ہو چکا تھا، اس لئے ہر ماہ مضمون لکھنے کا وجہ بھی ختم ہوگیا اور یہ سلسلہ بھی جہاں کا تہاں رک گیا۔

اب یہ کیا پتہ تھا کہ وہی لنگڑی لولی تحریر، خاصانِ خدا اور اصحاب علم و فضل کی بارگاہ میں قبولیت کا مقام پائے گی اور زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر سامنے آئے گی۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل ۔۔۔ نسیم صبح تیری مہربانی

ایں سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

Marfat.com

کتاب تو جیسی کچھ ہے وہ آپ کے سامنے ہے، البتہ میری خوش نصیبی کہ شیخِ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں الہ آبادی دامت برکاتہم، استاذِ گرامی محدثِ عصر حضرت مولانا انظر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند، شہرۂ آفاق مفسرِ قرآن حضرت مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی، عمِ محترم حضرت مولانا عمید الزماں کیرانوی کارگزار صدر تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند، معروف عالمِ دین وملی رہنما حضرت مولانا محمد اسرار الحق قاسمی صدر ملی وتعلیمی فاؤنڈیشن دہلی اور مولانا فضیل احمد قاسمی جنرل سکریٹری مرکزی جمعیۃ علماء ہند نے اپنی حوصلہ افزا تحریروں سے اس بِضَاعَةٍ مُزْجَاة کو لائقِ اعتبار بنا دیا ہے۔

اس موقع پر صدیقِ مکرم مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی جنرل سکریٹری آل انڈیا تنظیم علماءِ حق کا ذکر نہ کرنا بڑی ناسپاسی ہوگی کہ موصوف ہی کی مسلسل کوششوں اور حوصلہ افزائیوں سے یہ مجموعۂ احادیث اس پیراہن میں آسکا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنی شان کے مطابق جزائے خیر عطا فرمائے اور ناشر آل انڈیا تنظیم علماءِ حق کو مزید توانائیوں سے ہمکنار اور اس کی خدمات کو قبول فرمائے۔

کتاب میں تین مضمون (معراجِ نبوی اور فکر وعمل کے چند گوشے، غیبت اور شبِ براءت) پہلی بار شامل کئے گئے ہیں اور مضامین نئے سرے سے موضوع کے اعتبار سے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ راقم الحروف کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور مؤلف وناشر ہر دو کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

۱۰ر شعبان ۱۴۲۶ھ
۱۵ر ستمبر ۲۰۰۵

عبد الستار سلام قاسمی
مہتمم دار العلوم دہلی
011-26987070, 09868904585

Marfat.com

نیت اور اُس کے ثمرات

إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

ترجمہ:۔ اعمال (کے مقبول یا مردود ہونے) کا مدار نیت پر ہے۔

نیت کے معنی قصد اور ارادے کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں کسی نیک اور اچھا کام کرتے وقت یہ احساس وشعور کہ یہ کام صرف رضائے خداوندی کے لئے ہے، نیت کہلاتا ہے۔

دنیا میں تمام فیصلے ظاہری چال چلن اور شواہد و بیانات پر کئے جاتے ہیں، خود شریعت نے دنیا کی حد تک اس اصول کو اپنایا ہے، لیکن آخرت میں تمام فیصلے نیتوں پر ہوں گے اور تمام اعمال کے صلاح وفساد اور مقبولیت ومردودیت کا مدار نیت پر ہوگا۔ مشہور روایت:

أَلَا إِنَّ فِي الْجَسَدِ لَمُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

میں بھی اسی پر توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان اندر کی مایہ کو بنائے، اپنے قلب ونظر کے زاویے کو درست رکھے، اس لئے کہ ایک ہی جیسے دو عمل محض نیت وارادے کے بدل جانے سے کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں، مثال کے طور پر ذبیحہ لوجہ اللہ اور ذبیحہ لغیر اللہ اور اسی طرح ہدیہ ورشوت میں ایک کو حلال اور دوسرے کو حرام محض اسی نیت وارادے کے فرق کی بناء پر کہا

Marfat.com

جاتا ہے۔

اس موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بڑی قابلِ توجہ ہے:

مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً علی صُدَاقٍ وَھُوَ لا یَنْوِیْ أَدَاءَہُ فَھُوَ زَانٍ وَمَنِ ادَّانَ دَیْنًا وَھُوَ لا یَنْوِیْ قَضَاءَہُ فَھُوَ سَارِقٌ۔

ترجمہ:- جس کسی نے نکاح میں بظاہر مہر تو بندھوائے، لیکن دل میں اس کی ادائیگی کا دور دور تک ارادہ نہیں تو وہ حرام کاری میں مبتلا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی سے کوئی رقم بطور قرض مانگ لے لیکن یہ پہلے سے سوچ رکھا ہو کہ یہ پیسے ادا نہیں کرنے تو ایسا شخص خدا کی نظر میں چور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اچھی نیت کا ثمرہ اچھا اور بری نیت کا برا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ تَطَیَّبَ لِلّٰہِ تَعَالٰی جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَرِیْحُہُ أَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَمَنْ تَطَیَّبَ لِغَیْرِ اللّٰہِ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَرِیْحُہُ أَنْتَنُ مِنَ الْجِیْفَةِ۔

ترجمہ:- اگر کسی نے دنیا میں کوئی خوشبو یا عطر محض رضائے الٰہی کی خاطر لگایا تو قیامت میں اُس کی مہک مشک کو مات کر رہی ہوگی اور اگر خدانخواستہ اس کے پیچھے کوئی دنیاوی غرض ہوئی تو یہی خوشبو قیامت میں سڑے ہوئے جانور کی سڑاند سے بھی زیادہ بدبو پھیلا رہی ہوگی۔

آپ ہی کا یہ بھی فرمان ہے:

فُلَانٌ یُقَاتِلُ لِلدُّنْیَا، فُلَانٌ یُقَاتِلُ حَمِیَّةً، فُلَانٌ یُقَاتِلُ عَصَبِیَّةً، أَلَا فَلَا تَقُوْلُوْا فُلَانٌ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، فَمَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

ترجمہ:- کوئی دنیاوی مفاد کے لئے میدانِ جنگ میں اُترتا ہے، کسی کو غیرت وحمیت آمادہ کرتی ہے، کہیں تعصب اور فرقہ واریت کا جوش سر کٹانے

Marfat.com

میں مہمیز کا کام کرتا ہے۔ خبردار! محض قتل ہو جانے سے کسی کو شہید نہ سمجھو، یہ رتبۂ بلند تو صرف اُن خوش بختوں کے لئے مخصوص ہے، جنہوں نے اپنی جان قربان کر کے خدا کے دین کو سر بلند کرنے کی سعی کی ہے۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر جہاں مجاہدین جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی تگ و دو میں تھے وہیں کچھ ایسے غریب و نادار اور بے سہارا مسلمان بھی تھے جو اپنے جذبۂ صادق کے باوجود، محض مادی وسائل بہم نہ ہو سکنے کی بنا پر جانے سے معذور تھے۔ جب مقدس کارواں کو جاتے دیکھا تو حزن و ملال آنکھوں کی راہ سے بہہ نکلا۔

تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ. (سورۃ التوبہ ۹۲)

بس پھر کیا تھا، اس حسنِ نیت کے صدقے اُنہیں گھر بیٹھے مجاہدین کے برابر نواز دیا گیا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ قَالَ: اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَا قَطَعْنَا وَادِيًا وَلَا مَوْطِئًا يَغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا اَنْفَقْنَا نَفَقَةً وَلَا اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ اِلَّا شَرِكُوْنَا فِىْ ذٰلِكَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ قَالُوْا وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسُوْا مَعَنَا؟ قَالَ: حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ فَشَرِكُوْنَا بِحُسْنِ النِّيَّةِ.

اگر نیک نیتی کا یہ ثمرہ ہے تو بد نیتی اور خبثِ باطن کا وبال بھی یقینی ہے، عہد نبوت میں اس کی ایک مثال ''مسجدِ ضرار'' ہے۔ نیز ثعلبہ ابنِ حاطب کا کردار بھی ہمارے سامنے ہے، جس نے مال و دولت میں فراوانی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ کے باوجود، آپ ﷺ سے اصرار کیا اور پھر وہی ہوا جس کا آپ ﷺ کو اندیشہ تھا، دنیا اندر آئی اور وہ مسجد نبوی کی نہ صرف پنج وقتہ بلکہ جمعہ تک کی نماز سے محروم ہو گیا، سیم و زر کی محبت ایسی چھائی کہ زکوٰۃ دینے میں آنا کانی کرنے لگا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنا پڑا کہ ''

Marfat.com

وَیحَ ثَعلَبَۃ“...... (ثعلبہ تیرا ناس ہو)۔

ثعلبہ کو معلوم ہوا تو اُس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، زکوٰۃ لے کر دوڑا ہوا آیا۔ طرح طرح کے بہانے بنائے اور آپ ﷺ کو راضی کرنے کی ہر چند کوشش کی لیکن آپ ﷺ نے صاف صاف فرما دیا: ”ثعلبہ! اب خدا نے تیرے پیسوں کو لینے سے منع کر دیا ہے۔“ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اُس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منانے کے لئے بڑی منت سماجت کی لیکن ہر ایک نے اُس کی دولت کو ہاتھ لگانے سے بھی انکار کر دیا اور آخر اسی رنج وغم اور حزن وملال کو لے کر مر کھپ گیا۔

ابنِ ماجہ میں ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

مَثَلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ كَمَثَلِ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ. رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَمَالاً فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهِ فِيْ مَالِهِ يُنفِقُهُ فِيْ حَقِّهِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ يُؤْتِهِ مَالاً وَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ هٰذَا عَمِلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ يَعْمَلُ فَهُمَا فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً وَلَمْ يُؤْتِهِ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ فِيْ مَالِهِ فِيْ غَيْرِ حَقِّهِ وَرَجُلٌ لَمْ يُؤْتِهِ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَا مَالاً وَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ هٰذَا عَمِلْتُ فِيْهِ مِثْلَ الَّذِيْ يَعْمَلُ فَهُمَا فِي الْوِزْرِ سَوَاءٌ.

ترجمہ:- ”اس امت میں چار طرح کے لوگ ہیں، ایک وہ جسے اللہ نے علم بھی دیا اور مال ودولت سے بھی نوازا اور وہ خدا کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنی دولت خرچ کر رہا ہے، ایک وہ جس کے پاس علم تو ہے لیکن سیم وزر سے محروم، ہاں دل میں یہ نیت اور جذبہ ہے کہ کاش! میرے پاس بھی دولت کے ڈھیر ہوتے تو میں بھی اسی طرح خرچ کرتا، اس حسنِ نیت پر خدا کے یہاں اس نادار عالم کی وہی قدر ومنزلت ہے جو اس صاحبِ خیر ذی علم کی، دونوں کا ذخیرۂ اجر برابر سرابر ہے۔ امت میں ایک وہ ہیں جن کے پاس دنیا کی ریل پیل تو ہے لیکن علم سے کورے، اپنی دولت دونوں ہاتھوں سے بے دریغ ضائع

Marfat.com

کر رہے ہیں، کچھ وہ ہیں جو علم سے آشنا تو کیا ہوتے، پاس میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں، لیکن تمنا یہ لئے بیٹھے ہیں کہ کاش میرے پاس بھی مایہ ہوتی تو میں بھی ایسے ہی لٹاتا، خدا کے یہاں یہ دونوں ایک ہی سزا کے مستحق ہیں۔''

نیت کا پھل، آخرت میں تو ملنا یقینی ہے ہی، بسا اوقات دنیا میں بھی سامنے آتا ہے، چنانچہ اس کی ایک مثال شیخ سعدیؒ کا تحریر کردہ نوشیرواں بادشاہ کا مشہور واقعہ ہے، جس میں پہلے ایک انار کے جوس سے گلاس بھرنے اور پھر بادشاہ کی بدنیتی پر کئی کئی اناروں سے بھی گلاس نہ بھر پانے کا تذکرہ ہے۔

بظاہر ''نیت'' کا معاملہ بڑا سیدھا سادہ سا لگتا ہے، لیکن سلفِ صالحین کے یہاں یہ ایک مستقل فن تھا، اور اس کے باقاعدہ سیکھنے سکھانے کا وہی اہتمام تھا جو علم و عمل کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ سفیان ثوریؒ کے یہ الفاظ سند کا درجہ رکھتے ہیں:

''كَانُوا يَتَعَلَّمُونَ النِّيَّةَ لِلْعَمَلِ كَمَا كَانُوا يَتَعَلَّمُونَ الْعَمَلَ، كما تتعلمون العلم۔''

اس بارے میں خود موصوف کا یہ حال تھا کہ کسی نے ایک مرتبہ اُن کو اُلٹا کرتا پہنے ہوئے دیکھا، تو انہیں اس طرف متوجہ کیا، دیکھا تو واقعی کرتا اُلٹا تھا، لیکن بجائے سیدھا کرنے کے یوں فرمایا: ''میاں! اب اسے ایسے ہی رہنے دو، ورنہ اسے پہنتے وقت جو نیت کی تھی وہ ضائع ہو جائے گی۔'' ان ہی کا واقعہ ہے کہ کھانا کھا رہے تھے، اتفاقاً کوئی پہنچ گیا، لیکن انہوں نے اس سے کھانے کی کوئی بات نہ کی، اُسے اس بے رُخی اور بے مروتی پر بڑا تعجب ہوا، جب آپ اطمینان سے فارغ ہو گئے تو بڑی صاف گوئی سے یوں فرمایا: ''یہ قرض لے کر کھانا کھایا ہے (اور ظاہر ہے ایسے میں دوسرے کو بطیبِ خاطر شریک کرنا بڑا مشکل ہے) ورنہ میں تمہیں ضرور اپنے ساتھ شامل کرتا۔''[1]

---

[1] وقال بعضهم دخلت على سفيان وهو يأكل فما كلمني حتى لعق أصابعه ثم قال لو لا أخذته بدين لأحببت أن تأكل معي.

Marfat.com

ابنِ سیرینؒ کے متعلق یہ روایت ہے کہ وہ حضرت حسن بصریؒ جیسے بزرگ کی نمازِ جنازہ میں صرف اس لئے شریک نہیں ہوئے کہ اُنہوں نے نیت کا اہتمام نہیں کیا تھا۔[1] اور محض رسماً یا تکلفاً شریک ہونے کا اُن کے یہاں کوئی خانہ نہ تھا۔

درحقیقت خاصانِ خدا کے یہاں نیت کا اِس قدر پاس ولحاظ تھا کہ وہ اپنی ہی نہیں، دوسروں کی نیت کا بھی خیال رکھتے تھے اور اس پر اس قدر کاربند تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت زکریا علیہ السلام کو لیجئے، وہ ہمیشہ اپنی محنت کی روٹی کھاتے تھے، ایک دفعہ کسی باغ میں اُجرت پر کام کر رہے تھے، کھانے کا وقت ہوا تو صاحبِ خانہ نے خورد و نوش کا نظم کیا، خدا کا کرنا کچھ لوگ ملنے آ گئے، اور علیک سلیک کے بعد وہیں دھونی جما کر بیٹھ گئے، لیکن اُنہوں نے کھانے کو بالکل نہ پوچھا، بظاہر یہ بڑے اچنبھے کی بات تھی اور اُن کی ذات سے میل نہ کھاتی تھی، لیکن کھانے سے فراغت پر جو بات کہی وہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ فرمایا:

> ''میاں! میں ان لوگوں کا ملازم ہوں، اگر اُنہوں نے میرے کھانے پینے کا انتظام کیا ہے تو وہ بجا طور پر یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ میں اُن کا کام بحسن وخوبی انجام دوں، اب اگر میں تمہیں بھی شریکِ دسترخوان بنالیتا تو یہ کھانا نہ تمہیں پورا پڑتا اور نہ مجھے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ میں ان کا کام ڈھنگ سے نہ کر پاتا۔[2]

غرض خاصانِ خدا اور اہل اللہ کے یہاں ''نیت'' کا بڑا اہتمام تھا اور وہ اس کی تصحیح پر خاصا زور دیتے تھے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ ایک مرتبہ دہلی کی جامع مسجد میں ہزاروں کے مجمع

---

[1] حَتّٰی رُوِیَ اَنَّ ابْنَ سِیْرِیْنَ لَمْ یُصَلِّ عَلٰی جَنَازَةِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ وَقَالَ: لَیْسَ تَحْضُرُنِیْ نِیَّةٌ.

[2] اِنَّ زَکَرِیَّا عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ یَعْمَلُ فِیْ حَائِطٍ بِالطِّیْنِ، اَجِیْرًا، فَقَدَّمُوْا اِلَیْهِ رَغِیْفَهٗ اِذْ کَانَ لَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ کَسْبِ یَدِهٖ، فَدَخَلَ عَلَیْهِ قَوْمٌ، فَسَلَّمُوْا عَلَیْهِ فَلَمْ یَدْعُهُمْ اِلَی الطَّعَامِ، حَتّٰی فَرَغَ، فَتَعَجَّبُوْا فِیْهِ، فَقَالَ: اِنِّیْ اَعْمَلُ لِقَوْمٍ بِالْاُجْرَةِ وَقَدَّمُوْا اِلَیَّ الرَّغِیْفَ لِاَ تَقَوّٰی بِهٖ عَمَلَهُمْ، فَلَوْ اَکَلْتُمْ مَعِیَ لَمْ یَکْفِکُمْ وَلَمْ یَکْفِنِیْ وَکُنْتُ قَدْ ضَعُفْتُ عَنْ عَمَلِهِمْ.

Marfat.com

میں وعظ کہہ رہے تھے، میوات کا ایک دیہاتی بھی سن کر آیا تھا، لیکن کسی مجبوری کے باعث وہ اُس وقت پہنچا جب وعظ ختم ہو چکا تھا اور لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اُسے بڑا دُکھ ہوا، کہنے لگا: ''مولوی جی! میں تو تمہاری تقریر سننے آیا تھا''۔ اس پر حضرت شہید جو کئی گھنٹے کے وعظ سے ابھی ابھی نمٹے تھے، ذرا نہ جھنجھلائے، نہ ڈانٹا نہ ڈپٹا، بلکہ بڑے پیار سے اُس دیہاتی کو اپنے پاس بٹھایا اور من وعن وہی کئی گھنٹے کا وعظ اُس کے سامنے کر ڈالا... کہنے والوں نے کہا: ''حضرت! اس کھرپا چلانے والے کے ساتھ اتنی مغز زنی! دو چار باتیں کہہ کر چلتا کرتے''.... فرمایا: ''دونوں جگہ ایک ہی نیت تھی، مجمع ہزاروں کا ہو یا کوئی تنہا اور اکیلا ہو، مقصود تو رضائے الٰہی ہی ہے۔''

مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے ''خیر القرون'' میں منطق و فلسفہ اور ریاضی جیسے خشک اور خالص دنیوی علوم کو پڑھانے والے بھی وہی نیت رکھتے تھے جو تفسیر و حدیث اور فقہ کے پڑھانے والے، یہی نہیں بلکہ اُن کا کسی طالبِ علم کو سرزنش کرتے ہوئے قمچی لگانا بھی محض اللہ ہی کے لئے ہوتا تھا، جہاں دربان و چپراسی سے لے کر منصب اہتمام پر فائز ہر شخص نیت کا کھرا اور بے لوث ہوا کرتا تھا۔

سچ ہے.... انسان نیت کرے اور ذرا ہمت سے کام لے تو خدا کی مدد ضرور ہوگی... یہ اس کا وعدہ ہے... چنانچہ قرآنِ پاک کے اس ارشاد: ''اِنْ یُرِیْدَا اِصْلَاحًا یُوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا'' کی تفسیر میں اہل علم نے یہی کچھ لکھا ہے۔[1]

○ ○ ○

---

[1] فَجَعَلَ النِّیَّةَ سَبَبَ التَّوْفِیْقِ. اَلْقُرْطُبِیُّ لِجَامِعِ اَحْکَامِ الْقُرْاٰن.
زیرِ نظر مضمون کی ترتیب میں ''فتح الباری''، ''عمدۃ القاری''، ''امداد الباری''، ''ایضاح البخاری'' اور ''معارف الحدیث'' کے مباحث متعلقہ حدیث بالا سے استفادہ کیا گیا۔ (مؤلف)

Marfat.com

سراپا آسان دین

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُشَادَّ الدِّیْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ. (صحیح البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں کہ ''دین'' سراپا آسان ہے، اور جو کوئی دین سے زور آزمائی کرے گا، دین اُسے پچھاڑ دے گا، اس لیے (احکام کی تعمیل میں) اعتدال اختیار کرو، اور (اگر اعتدال دشوار ہو تو کم از کم) اعتدال کے قریب قریب تو رہو، اور دل کو خوش رکھو، اور صبح وشام اور رات کے آخری حصے میں عبادت کر کے منزلِ مقصود تک پہنچو۔

الدین یسر

یہاں لفظ ''یُسر'' کا استعمال:

❶ یا تو مبالغے کے طور پر ہے (سراپا آسان) جیسے: محمدٌ عدلٌ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم سراپا عدل وانصاف ہیں) یا قرآنی آیات میں آپ ﷺ کو ''سراپا نور'' (لَقَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ)، ''سراپا رحمت'' ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ اور کتابِ الٰہی

Marfat.com

کو ''سراپا ہدایت'' (هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ) بتایا گیا ہے۔

❷ یا ''ذُو یُسْــر'' کے معنی میں ہے (آسانی اور سہولت والا) اور یہی معنی مذکورہ بالا مثالوں میں بالترتیب اس طرح ہوں گے:

- عدل و انصاف والے۔
- نور والے۔
- رحمت والے۔

دینِ اسلام، سابقہ ادیان کے مقابلے میں بہت آسان اور سہل ہے، اس کا اندازہ (بطور مشتے از خروارے) درج ذیل مثالوں سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

① سابقہ ادیان میں عبادت کی ادائیگی ''عبادت گاہ'' ہی میں ہوسکتی تھی، جبکہ دین اسلام میں، روئے زمین کے کسی بھی پاک و صاف گوشے پر عبادت کرنے کی اجازت ہے۔ «جعلت لی الارض مسجدا وطهورا» ـــ الحدیث

② تورات کے مطابق کپڑے پر لگی ہوئی نجاست کو پاک کرنے کی صرف یہ صورت تھی کہ اتنا کپڑا کاٹ کر پھینک دیا جائے، جبکہ دین اسلام میں محض پانی سے دھو لینے کی سہولت ہے۔ ''دین موسوی'' کی سختیوں کا کچھ اندازہ موجودہ تورات (''سفر احبار'' اور ''سفر خروج'' وغیرہ) سے بھی ہوتا ہے۔

③ سابقہ ادیان میں ''بیمار'' یا ''مسافر'' کے لیے کوئی رعایت یا سہولت نہ تھی، جبکہ دین اسلام میں اس کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

سہولت کا مفہوم

دین میں ''آسانی'' و ''سہولت'' کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس سے احکام کی تعمیل میں ادنیٰ درجے کی بھی کوئی محنت و مشقت نہیں ہے، بلکہ درحقیقت حدیثِ بالا میں اس محنت و مشقت کی نفی ہے جسے عرفِ عام میں دشوار اور تکلیف دہ سمجھا جاتا ہو۔ اس لیے کہ ''کھانا

Marfat.com

کھانے'' جیسے آسان اور سہل کام میں بھی کچھ نہ کچھ محنت ہے، لیکن اُسے عرفِ عام میں ''محنت'' نہیں سمجھا جاتا، اور نہ ہی اُس محنت و مشقت کو دشوار اور تکلیف دہ سمجھا جاتا ہے جو طلبِ معاش کے سلسلے میں پیش آتی ہے، بلکہ اُس سے جی چرانے والے ''ناکارہ''، ''نکمے'' اور ''کاہل'' کہے جاتے ہیں۔

بلاشبہ شارعِ اسلام نے امر و نہی کے بہت سے فرامین جاری کیے، احکام و ہدایات کی تلقین کی اور اعمال و اشغال کی پابندیاں بھی عائد کیں، لیکن ہر قدم پر تکلیف و دشواری کے احساس سے دور دور تک بچائے رکھا۔

بھلا وہ ''دینِ حنیف'' انسان کے سر پر ''دشواریوں'' کا بوجھ کیسے لاد سکتا ہے جس کا خود یہ کہنا ہے:

(۱) يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (سورۂ اعراف: ۱۵۷)

ترجمہ:- وہ (نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم) اُن (اہلِ کتاب) کے اُس بوجھ اور اُن طوقوں کو جو اُن کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے، اُتارتے ہیں۔

(۲) رَبَّنَا لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا.

(سورۃ البقرۃ: ۲۸۶)

ترجمہ:- پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال، جیسا کہ ہم سے پہلوں پر ڈال دیا تھا۔

(حدیث کے مطابق اس کے جواب میں خدا فرماتا ہے: قَدْ فَعَلْتُ: میں نے ایسا ہی کیا ہے)

(۳) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (سورۃ البقرۃ: ۲۸۶)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کسی پر اُس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔

Marfat.com

(۴) يُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيْفًا. (سورۃ النساء: ۲۸)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ (تمہارے بوجھ کو) ہلکا کرنا چاہتا ہے (کیوں کہ) انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(۵) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. (سورۃ البقرہ: ۱۸۵)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، وہ تمہیں مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

(۶) وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (سورۃ الحج: ۷۸)

ترجمہ:- اور اُس نے دین کے بارے میں تم پر کوئی دشواری نہیں ڈالی۔

نمازِ قصر، مریض و مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کی چھوٹ اور دین میں "غلو" نہ کرنے اور "بال کی کھال" نہ نکالنے کی ہدایات یہ سمجھنے کے لیے بہت کافی ہیں کہ اگر شریعت میں "دشواری" کوئی قابلِ تعریف یا اصل مقصود ہوتی تو پھر وہاں اس قسم کی سہولت، رعایت اور تخفیف جیسی چیزوں کا گزر کہاں ہو سکتا تھا؟

دین میں "آسان اور سہل پہلو اختیار کرنا" خدا کے یہاں نہ صرف یہ کہ جائز، بلکہ محبوب اور پسندیدہ چیز ہے، چنانچہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ."

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بتائی ہے:

"ما خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بين أمرين، إلّا أخذ أيسرهما، ما لم يكن إثمًا."

جب بھی آپ ﷺ کے سامنے کسی چیز کے دو پہلو (آسان و مشکل) آتے تو

Marfat.com

آپ ﷺ ''آسان'' ہی کو اختیار فرماتے، بشرطیکہ اُس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی، ذخیرۂ احادیث میں موجود ہے:

''خَیْرُ دِیْنِکُمْ اَیْسَرُہٗ'' (دینِ اسلام میں ''آسانی'' خوبی کی بات ہے)

دین کے ساتھ پہلوانی

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے، احکامِ شریعت میں تشدد، مشکل پسندی اور سخت گیری کو دین کے ساتھ پہلوانی اور کُشتی کرنے سے تشبیہ دی ہے اور اُمت کو ایسا انتہائی قدم اُٹھانے سے بڑے بلیغ اور حکیمانہ اسلوب میں روکا ہے۔ ﴿لَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ﴾

بابِ مفاعلت

''یُشَادَّ'' بابِ مفاعلت سے ہے، جس میں:

1. عموماً دونوں طرف سے فعل کا صدور ہوتا ہے، جیسے ''حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ'' میں محافظت'' کا مفہوم یہ ہے کہ تم نماز کی حفاظت کرو، نماز تمہاری حفاظت کرے گی۔[1] اس طرح معنی یہ ہوں گے کہ ''وہ دین کے ساتھ اور دین اُس کے ساتھ سختی اور تشدد کا معاملہ کرے۔''

2. اور کبھی فعل کا صدور تو ایک ہی طرف سے ہوتا ہے، لیکن اس میں ''مبالغہ'' مقصود ہوتا ہے۔ اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا: ''شدت پسندی'' میں مبالغہ۔

---

[1] دیکھیے: معارف القرآن مولفہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، زیرِ آیت: وحافظوا علی الصلوات۔

Marfat.com

غرض کوئی دین کے ساتھ کتنی ہی پہلوانی کرے، اور اسے زیر کرنے کے لیے کیسے ہی زور لگائے، نتیجہ سوائے پچھڑنے اور اپنا نقصان کرنے کے اور کچھ نہیں... اس لیے انسان کو اعتدال ومیانہ روی اختیار کرنی چاہیے ﴿وَسَدِّدُوْا﴾[1] اور چونکہ احکامِ شریعت میں ٹھیک جادۂ اعتدال[2] پر گامزن رہنا، ہر کسی کے بس کی بات نہیں، اس لیے فرمایا گیا: ﴿وَقَارِبُوْا﴾ ''کم ازکم اعتدال کے آس پاس تو رہو۔''

مجاہدات

حدیثِ بالا کی اس تعبیر وتشریح کے ہوتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد صحابۂ کرام اور صلحائے اُمت کے ''مجاہدات'' بہ ظاہر ایک عجیب سی بات لگتی ہے، لیکن شاطبی نے اس مسئلے کو حل کیا ہے اور لکھا ہے کہ دنیا میں دو طرح کے لوگ ہیں:

❶ ایک وہ، جن کی صحت ایسے ''مجاہدے'' برداشت کرنے کی متحمل نہ ہو، اور طبیعت میں گرانی، اکتاہٹ اور چڑچڑاپن پیدا ہوتا ہو (اور عوام کی اکثریت کا تقریباً یہی حال ہے) اس صورت میں آسانی وسہولت والے پہلو کو مدنظر رکھنا اور رخصت ورعایت پر عمل پیرا ہونا کمالِ دانشمندی ہے۔

❷ ایک وہ، جن کے لیے یہ ''مجاہدات'' اور ''ریاضتیں'' کسی گرانی، اکتاہٹ یا چڑچڑاپن پیدا کرنے کے بجائے، نشاط آور، مسرت آگیں اور راحتِ جاں ثابت ہوتی ہیں (اور ایسے خاصانِ خدا، انگلیوں پر ہی گنے جاسکتے ہیں) اس لیے اُن کے حق میں یہ

---

[1] سَدِّدُوْا: السَّداد: الاِعْتدالُ، القَصْدُ من القَوْل والعمل.
رَجُلٌ مُسَدَّد: إذا كان يَعْمَلُ بالصَّواب والقَصْد

[2] ''اعتدالِ حقیقی''، وسطِ حقیقی کا نام ہے، جو غیر منقسم ہے اور اس پر چلنا نہایت دشوار، ہاں اس پر نظر ڈال دی جائے، یا نشان لگا دیا جائے تو پھر چلنا آسان رہے گا اور ایسا ''علمِ صحیح'' اور ''صحبتِ محققین'' کی برکت سے ہوگا۔ روح الجوار، مواعظ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔

Marfat.com

''مجاہدات'' بلاشبہ جائز کہلائیں گے۔خود نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ گاہ بہ گاہ حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرماتے:

''اَرِحْنَا یَا بِلَالُ'' (ہمارے لیے سامانِ راحت) (نماز) کا انتظام کرو۔

آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے: ''قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلَاۃِ'' (نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے)۔اور جب مجاہدوں پر مجاہدوں سے قدمِ مبارک پر ورم آ جاتا اور جاں نثار، اتنی ''مشقت'' نہ کرنے کی مخلصانہ درخواست کرتے تو آپ ﷺ کا جواب ہوتا: ''أَفَلَا أَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا'' (کیا میں اِن ''مجاہدات'' کے ذریعے خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟)

شرائطِ مجاہدہ

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ''اسوۂ حسنہ'' صلحائے اُمت کے ''مجاہدات'' کے لیے ''رہنما'' کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس موقع پر شیخ عبدالحئی لکھنویؒ نے بڑے کام اور پتے کی بات لکھی ہے: ''صلحائے اُمت'' کا تمام رات عبادت میں مصروف رہنا، ایک شب و روز میں قرآن پورا کر لینا اور اسی طرح کے دیگر ''مجاہدات'' شریعتِ مطہرہ میں نہ ''بدعت'' ہیں اور نہ اُن کا کرنے والا مطعون و قابلِ مذمت، بلکہ یہ ''مجاہدات'' مقبولِ بارگاہ اور محبوبِ کبریا ہیں، بشرطیکہ درج ذیل اُمور کا پورا لحاظ رکھا جائے۔

1. ان مجاہدات سے طبیعت پر ایسی ''گرانی'' یا ''بوجھ'' محسوس نہ ہو، جس سے عبادت کے لطف اور حضورِ قلب میں خلل واقع ہو۔
2. یہ مجاہدات، ناقابلِ برداشت نہ ہوں۔
3. ان مجاہدات کی وجہ سے دوسری اہم ترین عبادات فوت نہ ہوں، مثلاً رات بھر جاگنے سے صبح کی فرض نماز نکل جانے کا اندیشہ ہو تو یہ ''جاگنا'' صحیح نہ ہوگا۔

Marfat.com

4. ان مجاہدات سے حقوق العباد (اہل و عیال اور مہمان وغیرہ سے متعلق شرعی حقوق) ضائع نہ ہوں۔

5. ان مجاہدات کے سامنے شرعی ''رخصتوں'' اور ''رعایتوں'' کو فضول اور اُن سے مستفید ہونے والے کو حقیر اور کمتر خیال نہ کرے۔

6. ان مجاہدات کے ذریعے، کسی غیر واجب یا غیر ضروری چیز کو واجب اور ضروری نہ سمجھے اور نہ ہی کسی ''حلال'' چیز کو اپنے اوپر حرام کرے۔

7. ان مجاہدات میں ''کمیت'' کے بجائے ''کیفیت'' پر زور دے، گویا کثرتِ عبادت یا کثرتِ تلاوت کے بجائے ادائیگی ارکان اور تدبر و ترتیل وغیرہ پر زیادہ توجہ دے۔

8. یہ مجاہدات، دوسروں کے لیے باعثِ گرانی یا زحمت کا سبب نہ ہوں۔

9. ان مجاہدات کو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کے اعمال سے بڑھا ہوا اور اپنے آپ کو — عِیاذًا بِاللّٰہِ — اُن سے ''برتر'' خیال نہ کرے۔[1]

○ ○ ○

---

1. زیرِ نظر مضمون کی ترتیب میں، ''درسِ بخاری''، افاداتِ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ (مرتبہ حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند) سے خاص طور پر استفادہ کیا گیا۔ (مؤلف)

Marfat.com

اصلاح وتربیت کا موسمِ بہار

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ.

(صحیح البخاری، باب کتاب الصوم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں کہ جس نے روزہ رکھ کر[1] اُن باتوں اور کاموں کو نہ چھوڑا جو جھوٹ اور ناحق ہیں تو اُس کے محض کھانا پینا چھوڑنے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں۔

روزے کا بنیادی مقصد تقوی وطہارت، تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن ہے[2] اگر روزہ رکھ کر بھی انسان اپنے آپ کو نہ سدھارے، تعمیرِ اخلاق کے تئیں بے حسی کا ثبوت دے، نفسِ امارہ کو یوں ہی پہلے کی طرح بے نکیل سرپٹ دوڑنے دے اور تمام اخلاقی برائیاں اور بے ہودگیاں حسبِ سابق جوں کی توں موجود رہیں تو ظاہر ہے کہ صرف چند گھنٹے کھانا پینا چھوڑ دینے کی نہ کوئی قدر و قیمت ہے اور نہ ہی کوئی مقام ومنزلت۔[3]

---

[1] فِيْ نُسْخَةِ الصَّغَانِي: فِي الصَّوْمِ ۔ فتح الباری، جلد۴، صفحہ ۱۱۶۔

[2] يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

[3] لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ فَقَطْ، إِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، فَإِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ أَوْ جَهِلَ عَلَيْكَ فَقُلْ إِنِّيْ صَائِمٌ. ـ رواه ابن حبان والبیہقی ـ

يَكُوْنُ مَعْنَاهُ أَنَّ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ الَّذِيْ هُوَ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ وَهُوَ مُتَلَبِّسٌ بِهٖ فَمَاذَا يَصْنَعُ بِصَوْمِهٖ. عمدۃ القاری، جلد۱۰، صفحہ ۲۷۶۔

Marfat.com

قول الزّور

حدیثِ بالا میں "زُور" سے روزے دار کو سختی کے ساتھ بچنے کی ہدایت ہے، عربی میں اس کا وسیع مفہوم ہے، اُردو کی تنگ دامنی کسی ایک لفظ سے اس کا ترجمہ کرنے سے قاصر ہے۔ صاحبِ تاج العروس نے "جھوٹ"، "شرک"، "تہمت" اور "ناحق" کو اس کے معانی میں داخل کیا ہے۔[1]

اس لفظ کی مزید وضاحت، حضراتِ مفسرین نے یوں کی ہے:

- مشرکانہ کام یا باتیں
- غیر اسلامی تقریبات میں شرکت
- محفلِ رقص و سرود (گانے بجانے) میں حاضری یا خود اس فعل کا ارتکاب
- بدزبانی
- غیر اسلامی کھیل
- جھوٹ
- ایسی مجلسوں میں شرکت جہاں آں حضرت ﷺ کی شان میں گستاخی ہوتی ہو۔
- گناہوں پر عہد و پیمان۔[2]

---

[1] الزُّور بالضمّ الکذب ... والشرک باللہ تعالیٰ ... والتهمة ... والباطل ... تاج العروس جلد۳، صفحہ۲۴۵۔

[2] وفیه سبعة تأویلات. احدها: انه الشرک بالله والثانی انه اعیاد اهل الذمة وشبهه والثالث انه الغناء والرابع مجالس الخنا والخامس انه لعب کان فی الجاهلیة والسادس انه الکذب والسابع انه مجلس کان یشتم فیه النبی صلی الله علیه وسلم ویحتمل ثامناً: انه العهود علی المعاصی۔ تفسیر ماوردی۔ جلد۳، صفحہ۱۵۹-۱۶۰، زیرِ آیت "والذین لا یشهدون الزّور" سورۂ فرقان۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

''زور'' ـــــ جس کا مفہوم عام طور پر ''جھوٹ''، ''باطل'' اور ''ناحق'' لیا جاتا ہے، اس کی برائی کی شدت جاننے کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ اسے نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے شرک کے ہم پلہ وہم وزن قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ ابنِ کثیرؒ نے اس سلسلے میں درج ذیل روایات نقل کی ہیں:

□ عَنْ أَيْمَنَ بْنِ خُرَيْمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَقَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ إِشْرَاكًا بِاللّٰهِ ــ ثَلَاثًا ــ ثُمَّ قَرَءَ: فَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الرِّجْسِ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ.

ترجمہ:- حضرت ایمن بن خریمؓ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطاب کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: لوگو! جھوٹی گواہی، قباحت وبرائی میں شرک کے ہم پلہ ہے۔

□ عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ الْاَسَدِيِّ قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ: عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ الْاِشْرَاكَ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ...

ترجمہ:- حضرت خریم بن فاتک اسدیؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فجر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور یوں فرمایا: کہ جھوٹی

ا (گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وَأَخْرَجَ جَمَاعَةٌ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّ الْمُرَادَ بِالزُّوْرِ الْغِنَاءُ وَرُوِيَ نَحْوُهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَضَمَّ الْحَسَنُ إِلَيْهِ النِّيَاحَةَ وَعَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ صَنَمٌ (وَكَانَ مُرَصَّعًا بِالْجَوْهَرِ فِي بِلَادِ الدَّارِ در ـ تاج العروس) كَانُوْا يَلْعَبُوْنَ حَوْلَهُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ، وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى عَنْهُ: أَنَّهُ عِيْدُ الْمُشْرِكِيْنَ وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنِ الضَّحَّاكِ وَعَنْ هٰذَا أَنَّهُ الشِّرْكُ.
وَجُوِّزَ أَنْ يُرَادَ بِالزُّوْرِ مَا يَعُمُّ كُلَّ شَيْءٍ بَاطِلٍ مَائِلٍ مِنْ جِهَةِ الْحَقِّ مِنَ الشِّرْكِ وَالْكِذْبِ وَالْغِنَاءِ وَالنِّيَاحَةِ وَنَحْوِهَا فَكَأَنَّهُ قِيْلَ: لَا يَشْهَدُوْنَ مَجَالِسَ الْبَاطِلِ لِمَا كَانَ فِيْ ذٰلِكَ مِنَ الْإِشْعَارِ بِالرِّضَا بِهِ وَأَيْضًا مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمَى يُوْشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيْهِ. روح المعانی، جلد ۱۹، صفحہ ۵۱، زیر آیت: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ.

Marfat.com

گواہی شرک کے ہم پلہ ہے اور آیتِ مذکورہ بالا تلاوت کی۔

□ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ قَالَ: تُعْدَلُ شَهَادَةُ الزُّوْرِ الْإِشْرَاكَ بِاللّٰهِ ثُمَّ قَرَءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ...

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کہتے ہیں کہ جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے اور پھر یہی آیت تلاوت کی۔[۱]

"قَوْلُ الزُّوْرِ" کی سنگینی کا کچھ اندازہ امام بخاریؒ کی بیان کردہ اس روایت سے بھی ہو سکتا ہے۔

□ عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ – ثَلَاثًا – قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ... قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ.[۲]

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکرہ ﷺ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تین دفعہ یوں فرمایا: سنو! کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: حضور! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے کہا: شرک، والدین کی نافرمانی... اور پھر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ جبکہ اس سے پہلے آپ تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور یوں فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات... اور لگاتار اسی ایک لفظ کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں سوچنے لگے، کاش! آپ خاموش ہو جاتے تو بہتر تھا (اسلئے کہ مسلسل بولنے میں آپ کے لئے تعب و زحمت کا اندیشہ تھا)

لفظ "زور" کے تحت کون کون سی ممنوعات محرمات داخل ہیں، اس سے متعلق روایت

---

۱ ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۲۰۔ ۲ صحیح البخاری، باب ما قیل فی شہادۃ الزور۔

Marfat.com

بالا: مَنْ لَمْ یَدَعْ... پر اصحابِ علم و فضل کے تحریر کردہ مندرجہ ذیل عنوانات ملاحظہ فرمائیں۔

امام ترمذیؒ	:	روزے میں غیبت سے سخت نکیر
امام ابوداوُدؒ	:	روزے میں غیبت
امام نسائیؒ (سننِ کبریٰ میں)	:	روزے میں جھوٹ اور غیبت سے پرہیز
ابنِ ماجہؒ	:	روزے میں غیبت وفحش گوئی
ابنِ حبانؒ	:	روزے کی تکمیل کے لئے تمام ممنوعات سے پرہیز۔

(محض کھانے پینے اور جنسی اختلاط سے دوری ناکافی)[۱]

علامہ بدرالدین عینیؒ کہتے ہیں کہ روایتِ مذکورہ بالا، ان الفاظ کے ساتھ بھی منقول ہے:

مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ۔

چنانچہ خود امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں اور امام نسائیؒ، ابنِ حبانؒ اور امام ابوداوُدؒ نے "الجھل" کی روایت کی ہے، جس سے ہر قسم کے معاصی مراد ہو سکتے ہیں۔[۲]

اندازِ تربیت

"روزہ رکھ کر بھی جھوٹ نہ چھوڑا تو محض کھانا پینا چھوڑنے کی اللہ کو ضرورت نہیں" یہ اصلاحِ باطن، تزکیۂ نفس اور اخلاقی تربیت کا بڑا موثر انداز ہے، وہ تمام برائیاں جو لفظِ "زُور" کے تحت آتی ہیں، اُن سے چھڑانے کا یہ بلیغ اسلوبِ کلام ہے، اس جملے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر کوئی خدانخواستہ ان برائیوں کو نہ چھوڑ سکا تو وہ یہ سوچ کر کہ اب روزہ رکھنے سے کیا فائدہ؟ سرے سے روزہ ہی چھوڑ دے، اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک روایت میں فرمایا گیا: مَنْ بَاعَ الْخَمْرَ فَلْيُشَقِّصِ الْخَنَازِيْرَ۔ شراب بیچنے والے کو

---

۱ عمدۃ القاری، جلد۱۰، صفحہ ۲۷۶۔ ۲ حوالہ بالا۔ والترغیب والترہیب، جلد۲، صفحہ ۹۴۔

Marfat.com

چاہیے کہ وہ خنزیر اور کاٹ لے، ظاہر ہے کہ یہاں اس تہدید آمیز انداز سے شراب چھڑانا مقصد ہے، خنزیر کٹوانا نہیں۔[1]

کیا جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سلف میں حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت عبیدہ سلمانیؒ جیسے افاضل کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جھوٹ، غیبت اور چغل خوری سے روزہ واقعتاً ٹوٹ جاتا ہے۔ جمہور امت کا مسلک یہ ہے کہ ان کبائر سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا البتہ انسان روزے کے فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے۔[2] اور اس طرح روزے کا حاصل، لا حاصل ہی رہتا ہے۔

امام ابو حامد محمد غزالیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''احیاء علوم الدین'' میں روزے داروں کی تین قسموں اور ان میں سے ہر ایک کے روزے کی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:

عوام الناس: کھانے پینے اور جنسی اختلاط سے دوری

خواص: آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پیر اور دیگر اعضاء و جوارح کی گناہوں سے حفاظت۔

اخص الخواص: قلب کی دنیوی افکار و خیالات، حقیر اغراض اور ما سوائے اللہ سے تطہیر[3]

روزہ ـــــ درحقیقت ایک امانت ہے، جس کی قدم قدم پر حفاظت کرنا روزے دار

---

[1] لَيسَ مَعْنَاهُ أَنْ يُؤمَرَ بِأَنْ يدع صِيامَهُ، و إِنَّمَا مَعْنَاهُ التَّحْذِيرُ فِي قَوْلِ الزُّوْرِ وما ذكر معه، وَهُوَ مِثْلُ قَوْلِهِ: من باع الْخَمْرَ فَلْيُشَقِّصِ الْخَنَازِيرَ أي يذبحها، ولم يأمره بذبحها ولكنه عَلَى التَّحْذِيرِ وَالتَّعْظِيمِ لِاثْمِ بَائِعِ الْخَمْرِ، قَالَ: فَكَذلك من اغتاب أو شهد زورًا أو مُنكرًا لَمْ يُؤْمَرْ بِأَنْ يدع صِيامَهُ ولكنه يُؤمَرُ باجتناب ذلك، لِيتمّ له أجر صومه. عمدۃ القاری، جلد ۱۰، صفحہ ۲۷۶۔

[2] عمدۃ القاری، جلد ۱۰، صفحہ ۲۷۶۔

[3] احیاء علوم الدین، جلد ۱، صفحہ ۲۷۷۔

Marfat.com

کی ذمہ داری ہے۔[۱] ایک روایت میں روزے کو ڈھال سے تشبیہ دی گئی ہے، لیکن یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ انسان کے لئے اسی وقت تک کارآمد اور بچاؤ کا ذریعہ ہے جب تک وہ جھوٹ اور غیبت سے بچا رہے، اس لئے کہ ان برائیوں کے ارتکاب کرتے ہی یہ "محفوظ ڈھال" ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔[۲] ایک دوسری روایت میں روزے دار کو چیخنے چلانے تک سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔[۳] اس لئے کہ روزہ شریعت کی نگاہ میں، محض کچھ گھنٹوں کے لئے، چند ظاہری چیزوں کو چھوڑ دینے کا نام نہیں، بلکہ اصلاح و تربیت کا بے مثال نصاب ہے۔

○ ○ ○

---

۱ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الصَّوْمَ أَمَانَةٌ فَلْيَحْفَظْ أَحَدُكُمْ أَمَانَتَهُ. احیاء علوم الدین، جلد ۱، صفحہ ۲۷۷۔

۲ الترغیب والترہیب، جلد ۲، صفحہ ۹۵۔

۳ فاذا کان صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ ۔ صحیح البخاری۔

Marfat.com

لبیک اللّٰھم لبیک

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ حَجَّ لِلّٰه فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ (صحیح البخاری، باب فضل الحج المبرور)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ ﷛، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل فرماتے ہیں کہ جس کسی نے اخلاص کے ساتھ مناسکِ حج انجام دیے اور اس میں ناشائستگی اور گناہ سے اپنے آپ کو بچائے رکھا تو وہ (خدا کی نظروں میں) ایسا ہے، جیسے آج ہی دنیا میں پیدا ہوا ہو۔

حج ــــ اسلام کا ایک اہم ترین اور بنیادی رکن ہے، اسے شعائرِ دین میں شمار کیا جاتا ہے، دنیا میں پہلے پہل آنے والے انسان حضرت آدم ﷤ سے بھی کئی ہزار سال پہلے سے حج ہوتا رہا ہے[۱] اور تمام انبیاء و رسل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) یہ سعادت حاصل کر چکے ہیں۔[۲] البتہ حج اپنی موجودہ ہیئت میں صرف اس امت کا طغرۂ امتیاز ہے۔[۳] مناسکِ حج کا خلاصہ چند لفظوں میں یوں کیا جا سکتا ہے:

۱؎ رُوِیَ أَنَّ آدم علیه السَّلامُ لَمَّا حَجَّ قال له جبریلُ: إنَّ الملائکةَ کانوا یطوفون قبلک بهذا البیت بسبعة آلاف سنةٍ ۔ اوجز المسالک، جلد ۲، صفحہ ۱۵۵۔

۲؎ ایضاً۔

۳؎ أمّا جمیعُها بالهیئة المخصوصة، فمن خصوصیات هذه الأمّة۔ ایضاً

Marfat.com

- بارگاہِ قدس میں سراپا عجز و انکساری
- حق تعالیٰ سے والہانہ عشق
- سفرِ آخرت کا نقشہ
- محمود و ایاز کا فرق مٹ جانے کے نتیجے میں آپسی اتحاد و اُخوت[۱]

حدیثِ بالا میں ''رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ'' کا اعزاز، دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے:

❶ لَمْ یَرْفُثْ:- فحش اور ناشائستگی سے کوسوں دور رہا ہو۔

رفث کے معنی: اہلِ خانہ سے جنسی اختلاط[۲] ناشائستہ اور کھلا مذاق کرنے کے ہیں۔ آنکھ کا اشارہ اور بدزبانی بھی اس میں شامل ہے۔[۳]

❷ لَمْ یَفْسُقْ:- اپنے دامن کو گناہ سے بچا کر رکھا ہو۔

فسق کا دائرہ خاصا وسیع ہے، اس میں تمام ممنوعاتِ احرام (شکار کرنا، سر منڈانا، ناخن کاٹنا وغیرہ) گالی گلوچ،[۴] نامناسب القاب سے مخاطبت،[۵] نافرمانی اور ہر قسم کے گناہ داخل ہیں۔

قرآنِ پاک میں یہ ہدایت اس طرح موجود ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوْقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ.

سورۃ البقرہ: ۱۹۷۔[۶]

---

۱ حَجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَة ۔ بحوالہ اوجز المسالک، جلد ۶، صفحہ ۱۵۶۔

۲ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَاءِ كُمْ ۔ سورۃ البقرہ: ۱۸۷۔

۳ ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۲۷۵، مختصر تفسیر الخازن، جلد ۱، صفحہ ۱۲۲، تفسیر الماوردی، جلد ۱، صفحہ ۱۹۷۔

۴ فِي الْحَدِيْثِ: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ۔

۵ لاَ تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۔ سورۃ الحجرات: ۱۱۔

۶ ''پھر جس نے لازم کر لیا اُن میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا، حج کے زمانے میں''۔ ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ۔

Marfat.com

اوراس میں کمالِ بلاغت کے ساتھ، رفث وفسوق اور جدال کے ساتھ لائے نفی جنس لاکر یہ بتایا گیا ہے کہ حج میں ان چیزوں کی سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

کیا حج سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

حدیثِ بالا کے پیشِ نظر، بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ حج تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے[۱] جبکہ محققین کی رائے یہ ہے کہ کبائر توبہ واستغفار کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

وَالْجُمْلَةُ أَنَّ الرِّوَايَاتِ فِيْ تَكْفِيْرِ الذُّنُوْبِ وَتَعْمِيْمِ الْمَعَاصِي مِمَّا لَا يُحْصٰى كَثْرَةً، كَأَحَادِيْثِ الْوُضُوْءِ وَخُرُوْجِ الْخَطَايَا مِنْ غَسْلِ الْأَعْضَاءِ وَأَحَادِيْثِ الْمَشْيِ إِلَى الْمَسَاجِدِ وَأَحَادِيْثِ الصَّلَاةِ الَّتِيْ لَا يُحَدِّثُ فِيْهَا نَفْسَهُ وَأَحَادِيْثِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ وَأَحَادِيْثِ التَّأْمِيْنِ إِذَا وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ وَأَحَادِيْثِ التَّحْمِيْدِ إِذَا وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْإِمَامِ وَأَحَادِيْثِ إِجَابَةِ الْأَذَانِ وَسُبْحَةِ الضُّحٰى وَأَحَادِيْثِ الْحُمّٰى وَالْأَمْرَاضِ وَالْبَلَايَا وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَالْفِتَنِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، وَمَعَ ذٰلِكَ حَكٰى جَمْعٌ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ كَالْقَاضِيْ عِيَاضٍ وَابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ وَابْنِ حَجَرٍ الْمَكِّيِّ وَغَيْرِهِمُ الْإِجْمَاعَ عَلٰى أَنَّ الْكَبَائِرَ لَا تُكَفَّرُ إِلَّا بِالتَّوْبَةِ، فَمِنْ ذَاهِبٍ إِلٰى أَنَّ الرِّوَايَاتِ بِأَسْرِهَا مُؤَوَّلَةٌ بِالصَّغَائِرِ وَمِنْ ذَاهِبٍ إِلٰى أَنَّ بَعْضَ الْأَعْمَالِ يَمْحُو الْكَبَائِرَ أَيْضًا، لَا سِيَّمَا الْحَجَّ لِكَثْرَةِ مَا وَرَدَ فِيْهِ مِنَ الرِّوَايَاتِ.[۲]

”خلاصہ یہ کہ عمومیت کے ساتھ گناہوں کی معافی بتانے والی روایات، شمار سے باہر ہیں۔ مثلاً وہ احادیث جن میں بتایا گیا ہے کہ وضو کرنے سے جسم کے اُن حصوں کے گناہ

---

۱ وَظَاهِرُهُ غُفْرَانُ الصَّغَائِرِ وَالْكَبَائِرِ وَالتَّبِعَاتِ۔ (فتح الباری، جلد ۳، صفحہ ۳۸۲)

۲ اوجز المسالک، جلد ۶، صفحہ ۱۵۹۔

Marfat.com

معاف ہو جاتے ہیں جہاں وضو کا پانی پڑتا ہے یا وہ روایات جن میں مسجد کی طرف چل کر آنے میں گناہوں کی معافی کا تذکرہ ہے، اسی طرح وہ روایات جن میں یہ مذکور ہے کہ خشوع وخضوع والی نماز پر مغفرت کر دی جاتی ہے یا وہ روایات جن میں وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے پر معافی کا اعلان ہے نیز وہ احادیث جن میں کہا گیا ہے کہ اگر نمازی کی آمین، فرشتوں کی آمین کے ساتھ یا رکوع سے اُٹھتے وقت مقتدی کی تحمید امام کے ساتھ ہم آہنگ ہوگئی تو مغفرت کا وعدہ ہے، یا وہ احادیث جن میں یہ صراحت ہے کہ اذان کا جواب دینے یا چاشت کی نماز پڑھنے پر گناہ معاف ہو جاتے ہیں، یا وہ روایات جن میں بخار وغیرہ امراض پر مغفرت کی بشارت دی گئی ہے یا حج وعمرہ پر معافی کا اعلان ہے۔ البتہ قاضی عیاضؒ، ابنِ عبدالبرؒ اور ابنِ حجر مکیؒ جیسے محققین علماء کی رائے یہ ہے کہ کبائر صرف توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں۔ اور روایات مین مذکور مغفرت بعض اہلِ علم کے نزدیک صغائر سے متعلق ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ چند عبادات جن میں خاص طور پر فریضۂ حج شامل ہے، کبائر کو بھی معاف کر دیتی ہیں۔''

محدث زرقانیؒ کے نزدیک معافی کا اطلاق حقوق العباد پر نہیں ہوگا اور نہ ہی نفسِ حقوق ساقط ہوں گے۔ مثلاً نماز، روزہ اور کفارہ جیسے حقوق ذمے سے ساقط نہیں ہوں گے، اس لئے کہ روایات میں حقوق کی نہیں صرف گناہوں کی معافی کا تذکرہ ہے۔ البتہ ادائیگی میں تاخیر گناہ ہے، جو حج کی ادائیگی سے معاف ہو جائے گا۔

امام ابنِ تیمیہؒ تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ فریضۂ حج کی ادائیگی سے حقوق (نماز روزہ وغیرہ) بھی ساقط ہو جاتے ہیں، اس سے توبہ کرائی جائے ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے، اور جہاں تک حقوق العباد کا تعلق ہے تو اُن کے معاف ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔[1]

---

[1] اوجز المسالک، جلد ۶، صفحہ ۱۵۹۔

Marfat.com

اس موقع پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی یہ گراں قدر تحریر لائقِ مطالعہ ہے:

وَلَعَلَّ الْحَقَّ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِیْ أَنْ یُعْدَلَ عَنْهُ أَنَّ الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ بِأَسْرِهَا تَتَفَاوَتُ بِتَفَاوُتِ الْقَائِمِیْنَ بِهَا إِلٰی مَرَاتِبَ لَا تُحْصٰی، فَكَمْ مِنْ نَائِمٍ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ أَعْلٰی مَنْزِلَةً وَمَقَامٌ وَرُبَّ قَائِمٍ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ لَیْسَ لَهُ مِنْ قِیَامِهِ غَیْرُ تَرْكِ الْهُجُوْعِ وَالْمَنَاعِمِ، وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ كَانَتِ الْعِبَادَاتُ لَیْسَ حُكْمُهَا بِأَسْرِهَا وَاحِدًا، بَلِ الْبَعْضُ مِنْهَا تَتْرُكُ الْعَبْدَ كَیَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ إِذَا نَدِمَ فِیْهَا عَلٰی مَا فَرَّطَ فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ وَتَحَسَّرَ عَلٰی مَا اكْتَسَبَتْهُ فِیْ سَالِفِ زَمَانِهِ یَدَاهُ، وَالْبَعْضُ مِنْهَا لَا تُوْجِبُ إِلَّا مَغْفِرَةَ صَغَائِرِهَا لَا كَبَائِرِهَا، وَلَا عَجَبَ فِیْ أَنَّ الْبَعْضَ تُوْرِثُ لَهُ وَبَالًا وَیَحِقُّ عَلَی الْعَبْدِ مَعْتَبَةً وَنَكَالًا ... فَانَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَبَّهَ الصَّلَاةَ بِالْغُسْلِ وَأَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِیْ مَرَاتِبِ الْغُسْلِ مِنَ التَّفَاوُتِ، فَمِنْ غَاسِلٍ لَیْسَ لَهُ غَیْرُ سُقُوْطِ الْفَرْضِ عَنْهُ لَوْ خَبُثَ وَغَیْرُ الْبَرْدِ لَوْ طَاهِرًا، وَمِنْ غَاسِلٍ یَهْتَمُّ بِاغْتِسَالِهِ بِالْمَاءِ الْحَارِّ وَالصَّابُوْنِ وَالْأَشْنَانِ إِلٰی غَیْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَسْبَابِ وَآخَرُ مِنْهُمْ یَدْخُلُ فِی الْحَمَّامِ فَلَا یَخْرُجُ فِیْ أَقَلَّ مِنْ نِصْفِ یَوْمٍ، أَفَتَرَاهُمْ تَسَاوَوْا فِیْ تَحْصِیْلِ النَّظَافَةِ وَنَقَاءِ الْبَدَنِ، لَا وَاللّٰهِ..... [1]

”سچی بات تو یہ ہے کہ اعمال وعبادات کی حیثیت انجام دینے والوں کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، ایک میٹھی نیند سونے والا، خدا کے یہاں اعزاز و اکرام کا مستحق ہے تو دوسرا جو رات بھر عبادت میں مصروف رہتا ہے، خدا کے نزدیک صرف اپنی نیند کھوتا ہے۔ اس لئے تمام عبادات پر یکساں حکم لگانا درست نہیں ہے۔ ان میں بعض تو ایسی ہیں کہ وہ واقعی بندے کو ایسا کندن اور پارس بنا دیتی ہیں کہ لگتا ہے وہ آج ہی دنیا میں پیدا ہوا ہے، کچھ سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور کچھ عبادات اپنے کرنے والے کے لئے باعث عذاب و وبال بن جاتی ہیں... دیکھئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو

[1] الکوکب الدری، جلد ۳، صفحہ ۴۵۹-۴۵۷۔

Marfat.com

والے کو نہانے والے سے تشبیہ دی ہے، اور یہ بات ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ ہر ایک کا نہانا ایک سا نہیں ہوتا، ایک نہا رہا ہے لیکن مقصود صرف غسلِ جنابت ہے، دوسرا پاک ہے لیکن صرف ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے نہا رہا ہے، ایک اور شخص ہے جو نہانے میں گرم پانی اور صابن وغیرہ کا بھی اہتمام کرتا ہے، ایک اور شخص ہے جو حمام میں خاصا وقت لگا کر واپس نکلتا ہے تو کیا ان سب کے نہانے، اور اس سے حاصل ہونے والی صفائی ستھرائی کو ایک خانے میں رکھ سکتے ہیں؟.... بخدا نہیں!!

خوش قسمت ہیں وہ حجاجِ کرام جو ادائیگی مناسک کے وقت اپنے ایک ایک لمحے کی حفاظت کریں اور اپنے دامن کو ہر ناشائستگی اور معصیت کے دھبے سے اس طرح بچائیں کہ دیارِ حرم سے واپس ہوتے ہوئے "کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ" کا اعزاز ان پر نازاں و فرحاں ہو اور وہ خود بارگاہِ قدس میں گریاں و ترساں.....

○ ○ ○

Marfat.com

زبان کی حفاظت

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ ﷺ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ. (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اور آخرت پر جس کسی کا ایمان ہو، اسے چاہئے کہ زبان سے بھلی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

''زبان'' ـــ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے، اور بظاہر معمولی اور ''تولہ بھر'' کا لگنے والا ذرا سا ٹکڑا، اپنی کارکردگی، قوتِ تاثیر اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے بڑا زور آور اور عظیم حیثیت کا مالک ہے۔ اس کی قوت و عظمت کے سامنے، ہاتھ، پیر اور دیگر اعضائے جسم ہیچ و کم مایہ ہی نہیں لرزاں و ترساں دکھائی پڑتے ہیں، ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ أَصْبَحَتِ الْأَعْضَاءُ كُلُّهَا تَذْكُرُ اللِّسَانَ أَيْ تَقُوْلُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَإِنَّكَ إِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اِعْوَجَجْنَا.

(رواہ الترمذی من حدیث ابی سعید الخدری)

صبح ہوتے ہی جسم کا جوڑ جوڑ، زبان سے الحاح و زاری کے ساتھ کہتا ہے، خدارا! ہمارا خیال رکھنا (ہم پر رحم کھانا) اس لئے کہ اگر تم ٹھیک ٹھاک رہیں تو ہم بھی ٹھیک ٹھاک رہیں گے اور اگر (خدانخواستہ) تم پٹری سے اُتریں تو ہماری خیر نہیں۔

Marfat.com

زبان کی یہی وہ ''اہمیت'' ہے جس کی بنا پر اُس کی ''حفاظت'' اور ''نگرانی'' کے خصوصی احکامات دیے گئے، اور ذرا سی غفلت ولا پرواہی کو ''جرم'' قرار دیا گیا۔

امام غزالیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''احیاء علوم الدین'' میں زبان سے متعلق درج ذیل ۲۰ ''گناہوں'' اور ''آفتوں'' کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا ہے:

1. لایعنی گفتگو:۔ (بے مقصد بات): "مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ"۔ الحدیث: اچھے مسلمان کی ایک پہچان، لایعنی (بے مقصد قول وعمل) سے بچنا ہے۔
2. فضول گوئی: (ضرورت سے زائد): "طُوبٰى لِمَنْ أَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِسَانِهِ"۔ الحدیث: جس نے اپنی زبان کو ضرورت سے زیادہ بولنے سے روک لیا، وہ مستحقِ تبریک ہے۔
3. گناہ کی بات: "أَعْظَمُ النَّاسِ خَطَايَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ خَوْضًا فِي الْبَاطِلِ"۔ الحدیث: ہر وقت گناہ کی باتوں میں ڈوبے رہنے والے، قیامت میں بہت بڑے ''مجرم'' کہلائیں گے۔

كَحِكَايَةِ أَحْوَالِ النِّسَاءِ وَمَجَالِسِ الْخَمْرِ وَمَقَامَاتِ الْفُسَّاقِ وَتَنَعُّمِ الْأَغْنِيَاءِ وَتَجَبُّرِ الْمُلُوكِ وَمَرَاسِمِهِمِ الْمَذْمُومَةِ وَأَحْوَالِهِمِ الْمَكْرُوهَةِ.

4. کٹ حجتی: "لَا تُمَارِ أَخَاكَ"۔ الحدیث: اپنے بھائی سے کٹ حجتی نہ کرو۔ "مَا ضَلَّ قَوْمٌ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ"۔ لوگوں میں ''کٹ حجتی'' ہی کے راستے گمراہی در آئی ہے۔
5. جھگڑا: "إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ"۔ الحدیث: خدا کے نزدیک ''جھگڑالو انسان'' بہت ہی برا اور قابلِ نفرت ہے۔
6. قابلیت بگھارنا: "إِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا الثَّرْثَارُونَ الْمُتَفَيْهِقُونَ الْمُتَشَدِّقُونَ فِي الْكَلَامِ"۔ الحدیث: جھکی، داستان گو اور خواہ مخواہ قابلیت بگھارنے

Marfat.com

والے، میرے نزدیک مبغوض و مردود ہیں۔

7. بدکلامی: "إِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لاَ يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلاَ التَّفَحُّشَ" ۔ الحدیث: خبردار! بدکلامی سے بچو، اس لئے کہ اللہ کو بدکلامی اور فحش گوئی پسند نہیں۔

8. لعن طعن: "اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلَعَّانٍ" ۔ الحدیث: "لعن طعن" کرنا ایمان والے کی شان نہیں۔ "لاَ تَلاَعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلاَ بِغَضَبِهٖ وَلاَ بِجَهَنَّمَ" ۔ الحدیث: آپس میں ایک دوسرے سے یوں نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت یا تجھ پر خدا کا غضب یا جہنم میں جا۔

9. مذموم شاعری: "لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا حَتّٰى يَرِيَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا" "سینے میں شعر و شاعری بھری ہونے کے مقابلے میں "پیپ" کا بھرا ہونا بہتر ہے۔

لیکن یہ حکم اُس وقت ہے جب وہ اشعار دینی نقطۂ نظر سے قابلِ مذمت ہوں، اس لئے کہ آپ ﷺ ہی کا یہ ارشادِ گرامی بھی موجود ہے: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً: بعض اشعار بڑی حکمت و دانائی سے لبریز ہوتے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابتؓ اور دوسرے اسلامی شعراء کی آپ ﷺ کی جانب سے تائید و تحسین اور ہمت افزائی، بلکہ بعض اشعار پر داد و دہش بھی اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

10. تکلیف دہ مذاق: "لا تمار أخاك ولا تمازحه" ۔ الحدیث: اپنے بھائی سے نہ کٹ حجتی کرو اور نہ اس کے ساتھ مذاق کرو، بشرطیکہ اس میں "جھوٹ" یا "اذیت رسانی" شامل ہو۔ ورنہ محض "خوش طبعی" نہ صرف جائز بلکہ آپ سے ثابت ہے۔ "انی لامزح ولا اقول الا حقا"۔

11. تمسخر: "يا أيها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيرا منهم" ۔ (سورۃ الحجرات ۱۱) ایمان والو! کوئی کسی کے ساتھ تمسخر نہ کرے، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ تم جس کا مذاق اڑا رہے ہو، وہی تم سے بہتر ہو۔

Marfat.com

12. افشائے راز: "إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ" ۔الحدیث: اگر کسی نے (تم سے) کوئی (دل) کی بات کہی اور پھر دائیں بائیں مڑ کر دیکھا (کہ کہیں کوئی دوسرا سن تو نہیں رہا ہے) تو درحقیقت وہ (تمہارے پاس) ایک امانت ہے۔

13. جھوٹا وعدہ: "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ" ۔الحدیث: اگر کسی میں تین خصلتیں ہوں تو (اس کا عمل) منافقوں جیسا ہے، بھلے ہی وہ نماز، روزے کا کیسا ہی پابند اور مسلمان ہونے کا کیسا ہی دعوے دار ہو۔ ❶ ہمیشہ دروغ گوئی سے کام لے، ❷ ہمیشہ وعدہ خلافی کرے اور ❸ ہمیشہ امانت میں خیانت کرے۔

14. دروغ گوئی: "إِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ" ۔الحدیث: دیکھو! جھوٹ سے بچو۔ "لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا" ۔الحدیث: انسان جھوٹ بولتا ہے، اور جھوٹ بولنے کی صورتیں نکالتا رہتا ہے۔ آخر کار خدا کے یہاں اُسے ''کذاب'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

15. غیبت: "وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ" ۔ (سورۃ الحجرات:۱۲) اور آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں، کیا کوئی مرے ہوئے انسان کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟

"كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ" ۔ ہر مسلمان کی جان، مال اور عزت وآبرو کا احترام دوسرے مسلمان پر ضروری ہے۔

16. چغل خوری: "إِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَى اللهِ الْمَشَّاؤُونَ بِالنَّمِيمَةِ، الْمُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْإِخْوَانِ، الْمُلْتَمِسُونَ لِلْبُرَآءِ الْعَثَرَاتِ" ۔الحدیث: لگائی بجھائی کر کے آپس میں تفریق کرانے اور لوگوں کی کمزوریوں کو تلاش کرنے والے خدا کے یہاں انتہائی قابلِ نفرت ہیں۔

Marfat.com

17. دوغلی بات: ”مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“۔ الحدیث: دنیا میں دوغلی (پالیسی) اختیار کرنے والوں کی قیامت میں، آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

18. مذموم مدح سرائی: (جس میں افراط یا جھوٹ کی آمیزش ہو) ”أُحْثُوا التُّرَابَ فِي وُجُوهِ الْمَدَّاحِينَ“۔ الحدیث: (جھوٹی یا مذموم) مدح سرائی کرنے والوں کے منہ میں خاک ڈال دو۔

19. الفاظ کے استعمال میں بے احتیاطی: ایک مثال: ”جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّفُهُ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ، فَقَالَ: ”مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ“ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ عَدِيْلاً! بَلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ“۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی کسی معاملے میں بات کرنے کے لئے آیا، دورانِ گفتگو اس کے منہ سے نکلا: ”جو اللہ چاہے اور اللہ کا رسول“ اس پر آپ ﷺ نے (ناراضگی سے) کہا: میاں! کیا تم نے مجھے خدا کے برابر سمجھ لیا؟ صرف یوں کہو: خدا چاہے اور بس!

20. بال کی کھال: (جیسے عوام کا، صفاتِ باری وغیرہ کے بارے میں سوال اور کھوج کرید) ”ذَرُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤالِهِمْ“۔ الحدیث: جو باتیں میں قصداً چھوڑ دوں، ان کے درپے نہ ہو، اس لئے کہ پہلے زمانے کے لوگ (اکثر و بیشتر) ایسی ہی بال کی کھال نکالنے اور فضول کھوج کرید کرنے سے تباہ ہو گئے۔[1]

○ ○ ○

[1] زیرِ نظر مضمون کی ترتیب میں ”احیاء علوم الدین“ (لمحمد الغزالی) کتاب ”آفات اللسان“ جلد ۳، صفحات از: ۹۲ تا ۱۴۲ سے استفادہ کیا گیا) (مؤلف)

Marfat.com

تین باتیں

قَالَ عَمَّارٌؓ : ثَلاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِيْمَانَ، اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِکَ، وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ. (صحیح بخاری، باب السلام من الاسلام)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس کسی نے (اپنے اندر) تین باتیں پیدا کرلیں، سمجھو اُس میں ایمان سمٹ کر آ گیا۔ ❶ اپنے نفس سے انصاف و محاسبہ۔ ❷ دنیا بھر میں سلام کا فروغ ❸ غربت کے باوجود سخاوت۔

اگر چہ یہ حضرت عمار[1] رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے، لیکن سب جانتے ہیں کہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے اس طرح کے الفاظ کا سرچشمہ صرف اور صرف ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

---

[1] حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین اولین میں ہے، مسجد قبا کی تعمیر کا سہرہ اُنہی کے سر ہے۔ یہ اور اُن کے والدین (یاسرؓ و سمیہؓ) اُن غریب و نادار اور بے سہارا لوگوں میں تھے جن کا مکے میں کوئی ولی و وارث نہ تھا، اس لیے دشمنانِ اسلام اُن کو اس قدر مارتے پیٹتے اور اذیت ناک سزائیں دیتے کہ اُن کو سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ایک بار زندہ آگ میں جلا دینے کی بھی کوشش کی گئی۔ اتفاق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُدھر سے گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب دیکھا تو رہا نہ گیا اور فرمایا: "یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلامًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ" آپ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو تاریخ اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

❶ اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِکَ: (اپنے نفس سے انصاف ومحاسبہ):۔

یعنی جس طرح دوسروں کے اعمال پر انسان گرفت کرتا ہے، اُسی طرح خود اپنے اعمال پر بھی گرفت کرے، اوروں کے ساتھ سختی اور اپنے ساتھ نرمی، انصاف کے تقاضے کے خلاف ہے۔ بھلا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو شہتیر معلوم ہو اور اپنی آنکھ میں پڑے ہوئے شہتیر کی تنکے برابر بھی چبھن محسوس نہ ہو؟

روایتِ بالا میں، اس بات کو کمالِ ایمانی قرار دیا گیا کہ انسان خود اپنا محاسبہ کرے، فلاں کے ساتھ آخر کیوں تشدد کیا؟ یا اُسے کیوں نقصان پہنچایا؟.... اس کا انجام کیا ہوگا؟ روزانہ کم از کم سوتے وقت صدق دلی کے ساتھ ایک بار بھی یہ محاسبہ ہو تو چند روز ہی میں کایا پلٹ سکتی ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں: ''انصاف اپنی ذات سے شروع کرے۔'' یعنی دوسروں کو عدل وانصاف کی تعلیم وتلقین کرنے سے پہلے خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے اور ہر نیکی اور بھلائی کی پہل اپنے آپ سے کرے تاکہ دوسروں پر اُس کا اثر مرتب ہو اور وہ اس کام کی طرف راغب ہوں چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس ''اسوۂ حسنہ'' کا پیکر نظر آتی ہے۔

مثلاً ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'سود کی حرمت' بیان کرتے ہوئے، اُس کا آغاز اپنے گھر سے کیا اور دوٹوک لفظوں میں یوں فرمایا:

وربا الجاهلية موضوعٌ، واوّلُ ربًا أضعُ من ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فانّه موضوعٌ كلّه. (بخاری)

ترجمہ:۔ جاہلیت کے زمانے سے چلا آرہا سودی کاروبار بالکل ختم کیا جارہا ہے، اور سب سے پہلے میں اپنے گھر سے ختم کررہا ہوں۔ چنانچہ چچا عباس بن

Marfat.com

عبدالمطلب کی تمام سودی رقومات (جو دوسروں کے ذمے ہیں) یکسر ختم کی جاتی ہیں۔

نیز جاہلیت کے زمانے کی رسمِ بد ''جذبۂ انتقام'' اور ''خون کا بدلہ خون'' جس کا سلسلہ کبھی کبھی سو، پچاس سال گزرنے کے بعد بھی ختم ہونے میں نہ آتا تھا اور ہزاروں بے گناہ اس کی صلیب پر چڑھ جاتے تھے ـــــ پر فوری پابندی لگاتے ہوئے، اپنے گھر ہی سے پہل کی اور ارشاد فرمایا:

وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ ـ وَكَانَ مُسْتَرْضَعًا فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ قَتَلَهُ هُذَيْلٌ (بخاری)

ترجمہ:- جاہلیت کے دَور کی رسم ''خون کا بدلہ خون'' آج سے ہمیشہ کے لئے ناپید کی جا رہی ہے، اور اس کی پہل میں اپنے یہاں سے کر رہا ہوں، چنانچہ ہم اپنے عزیز ابن ربیعہ بن حارث۔ جس کی پرورش قبیلہ بنی سعد میں ہوئی تھی اور اُسے قبیلہ ہذیل کے ایک آدمی نے جان سے مار ڈالا تھا۔ کے خون کے بدلے سے دست بردار ہوتے ہیں۔

''اَلِانْصَافُ مِنْ نَفْسِکَ'' جیسے مختصر لفظوں سے یہی سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ کسی بھی اصلاح یا دوسروں سے عدل وانصاف کی توقع، اُس وقت تک بے معنی اور فضول ہے جب تک وہ خود اس کسوٹی پر پورا نہ اُترتا ہو۔ مشہور ہے کہ کسی بزرگ نے ایک بچے کو گڑ کھانے سے منع کرنے سے پہلے خود گڑ کھانا چھوڑا تھا، جس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ قرآنِ کریم کی آیت:

''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ.''

بھی یہی توجہ دلا رہی ہے کہ ''قول وعمل'' کا تضاد ایک ایمان والے کو زیب نہیں دیتا...ظاہر و باطن میں ہم آہنگ، عدل وانصاف کے تقاضوں پر پورا اُترنے اور خود پہل کرنے والے ہی

Marfat.com

دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

⑤ بَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ (دنیا بھر میں سلام کا فروغ):-

یعنی ہر وہ مسلمان جو اپنے افعال کی وجہ سے دُعائے سلامتی کا مستحق ہو اُس کو دُعا دی جائے اِس قید سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے افعال اُسے دُعائے سلامتی کا مستحق نہ بناتے ہوں تو اُسے سلام کرنا درست نہیں، مثلاً جوا، شطرنج، تاش، چوسر، شراب یا کھلے بندوں کسی فسق میں مبتلا شخص دُعائے سلامتی کا مستحق نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس تقاضے میں تمام مصالح سے آنکھ بند کرلی جائے۔ بلکہ اگر وہی فاسق و فاجر، سلام کی ابتدا کرے تو جواب دینا چاہیے۔ یا وہ صاحبِ اقتدار اور ذی حیثیت ہے اور سلام نہ کرنے کی صورت میں کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اُسے سلام کرلینا چاہیے، اسی طرح کسی بدکردار کو دیکھ کر، اپنے میں عجب اور بڑائی پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو اپنی اصلاح کے لیے اُسے سلام کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، نیز کوئی غیر مسلم سامنے آئے اور سلام کرے تو مناسب لفظوں میں جواب، بلکہ بعض مصالح کی بنا پر خود اپنی طرف سے بھی سلام کرنے کی اجازت ہے۔

''سلام کلمۂ اُنس و تعلق ہے، جو ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت ادا ہوتا ہے۔ اور اگرچہ نہ صرف زمانۂ جاہلیت بلکہ موجودہ دور کی دوسری تہذیبوں میں بھی ایسے الفاظ موجود ہیں جو ''بوقتِ ملاقات'' تعلیم کیے گئے ہیں، لیکن اُن کا مفہوم نہایت محدود بلکہ بسا اوقات مبہم و بے معنی ہے۔[1] جبکہ ''السلام علیکم'' کے دو بول نہایت جامع، پُرمغز اور باوزن ہیں اور

---

[1] ''جاہلیت'' کے زمانے میں سلام کے بجائے ''حیاک اللہ'' (جیتے رہو) یا أنعم صباحا (صبح بخیر) کہنے کا رواج تھا، اب غور کیجئے (جیتے رہو) جو ہمارے یہاں بعض بڑے بوڑھوں اور دیہاتی اور دادی اماں کی زبان پر بھی سلام کے بجائے یہی چڑھا ہوا ہے کوئی دعا نہیں ہے، جینے کو تو جانور بھی جیتے ہیں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہ صرف مخاطب کے شب و روز بلکہ اس کی دنیوی، برزخی اور پھر اُخروی زندگی کی ''دُعائے سلامتی'' کے مظہر ہیں۔[۱]

''سلام'' کی یہی وہ اہمیت و عظمت ہے کہ بعض صحابہ کا مشن اور اوڑھنا بچھونا صرف ''فروغِ سلام'' بن کر رہ گیا تھا اور وہ بازاروں اور کوچوں میں صرف اسی ''سلام'' کی خاطر جاتے تھے۔ ؏

''خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را''

لفظِ ''سلام'' پر بھی ذرا غور کرتے چلیں، دیکھنے میں یہ ایک لفظ ہے، لیکن نہایت جامع اور دور رَس اثرات و معانی کا حامل.....

''سلام'' کوئی رسمی بول نہیں، بلکہ درحقیقت امن و سلامتی کا معاہدہ ہے، اور سلام کرنے والا اپنے مخاطب سے یہ عہد کرتا ہے کہ تم میری طرف سے (اپنی جان و مال کے بارے میں) مطمئن رہو، اور پھر پلٹ کر دوسرا بھی پہلے کو یہی اطمینان دلاتا ہے۔[۲]

(بقیہ پچھلے صفحہ کا حاشیہ) جیلوں اور اسپتالوں میں بھی جی رہے ہیں، آخر دوزخی بھی دوزخ میں جیتے رہیں گے، لیکن کیا یہ ''جینا'' واقعی ''جینا'' ہے، خود قرآن کا تبصرہ ہے: ''لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰ'' (نہ مرنے میں نہ جینے میں) اسی طرح ''صبح بخیر میں صرف صبح کی سلامتی کا تذکرہ ہے دوسرے اوقات کے بارے میں یہ جملہ خاموش ہے۔

بعینہٖ یہی حال "Good Night", Good Evening", "Good Afternoon", "Good Morning" کا ہے، جن میں سے ہر ایک پورے دن کے بجائے ایک ''خاص وقت'' کی بہتری اور خوبی کے لیے مخصوص ہے، اور اگر ''قرائن'' اور ''عرفِ عام'' کا سہارا نہ ہو تو بہ ظاہر ان الفاظ کا مخاطب سے کوئی جوڑ اور ربط بھی نہیں ہے۔

''نمستے'' یا ''نمشکار'' کا مفہوم اور بھی زیادہ غیر واضح، مبہم اور بے معنی ہے، اس میں کہنے والا مخاطب کی سلامتی کی دُعا کرنے کے بجائے اُس کی پرستش کی بات کرتا ہے۔

۱ لفظ ''السلام'' اسم ہے، جو دوام و استمرار کو چاہتا ہے، اس طرح ''السلام علیکم'' کہنے والا دراصل یہ کہتا ہے کہ شب و روز کے ہر لمحے اور زندگی کے ہر موڑ پر اور نہ صرف اس دنیائے دوں بلکہ قبر و برزخ اور پھر حشر و نشر کی زندگی میں۔ ہمیشہ ہمیش۔ تمہارے لئے سلامتی ہو۔ (مؤلف)

۲ قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ: أَتَدْرِیْ مَا السَّلَامُ؟ یَقُوْلُ: أَنْتَ آمِنٌ مِنِّی.

Marfat.com

سلام ایک دُعائیہ جملہ ہے اس لئے کہ لفظ سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک ہے: هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ...

اور اس کے ایک معنی یہ ہیں: "اَللّٰهُ رَقِیْبٌ عَلَیْکُمْ" (اللہ تمہاری حفاظت کرے، اللہ تمہارا نگہبان ہو)۔

''سلام'' کلمۂ ذکر ہے۔ (اس لئے کہ ''سلام'' اللہ کا نام ہے)۔

''سلام'' کلمۂ تذکیر ہے۔ اس لئے کہ ''سلام'' کے جواب میں دوسرے کو بھی ''سلام'' یاد آتا ہے اور وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔

③ اَلْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ (غربت کے باوجود سخاوت)

اپنی غربت و افلاس کے باوجود، دوسروں کی ضروریات پر خرچ کرنا اور اُن کے کام آنا بڑے حوصلے کی بات ہے، قرآن نے ایسے لوگوں کی یوں مدح سرائی کی ہے: ''یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ'' اور ''یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ.''

ناداری کی حالت میں جب ایسے شخص کا یہ حال ہو تو ظاہر ہے کہ دولت و ثروت پا کر کیا عالم ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک مرتبہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں فرمایا:

''نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَیْبٌ، لَوْ لَمْ یَخَفِ اللّٰهَ لَمْ یَعْصِهِ.''

ترجمہ:۔ صہیب بہت بھلا آدمی ہے، اگر (خدانخواستہ) اُس کے دل میں خدا کا خوف نہ بھی ہوتا، تو بھی اُس کے کمال میں کوئی فرق نہ پڑتا''

پھر بھلا اُن کے شرف و کمال کا اُس وقت کیا ٹھکانا، جب اُن کا دل خوفِ خدا سے بھرپور اور لبریز ہو۔

Marfat.com

غربت و ناداری کے باوجود، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، بڑی عزیمت کی بات ہے، یہ نہ ہر کسی کے بس میں ہے اور نہ ہر کسی کو خدا کا حکم۔ ع

"یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا"

شریعت کا عام ضابطہ یہی ہے کہ ایسی صورت میں اگر کوئی خرچ نہ کر سکے تو اُس پر نہ کوئی مواخذہ ہے اور نہ ہی اُس کے ایمان پر کسی نقص یا کمی کا الزام!!

"أَلْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ" میں صرف خرچ کرنے کا تذکرہ ہے، یہاں مصارف سے کوئی بحث نہیں ہے کہ اوّل تو وہ معلوم و معروف ہیں، دوسرے یہ کہ "مصارف کی قید سے آزاد" اس حکم سے غالباً شریعت کی یہ منشا معلوم ہوتی ہے کہ انسان راہِ خدا میں خرچ کرتے ہوئے کسی لگے بندھے "مصرف" کا پابند ہو کر نہ رہ جائے۔ بلکہ اُس کی داد و دہش اور دست گیری کا دائرہ، مصارف کی تمام اقسام و انواع کو سمیٹے ہوئے ہو۔

اپنے اور پرائے سے بالاتر ہو کر، محض انسانیت کی بنیاد پر ہر دُکھی اور ضرورت مند کے کام آنا اور باوجود اپنی غربت و ناداری کے، امکان بھر اُس کی مدد کرنا یقیناً بڑے دل گردے کا کام اور کمالِ ایمانی کی بات ہے۔[1]

○ ○ ○

[1] زیرِ نظر مضمون کی ترتیب میں "فتح الباری"، "عمدۃ القاری"، "ایضاح البخاری" کے مباحث متعلقہ حدیث بالا اور تفسیر معارف القرآن متعلقہ آیت: وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ...الآیۃ سے استفادہ کیا گیا۔ (مؤلف)

Marfat.com

دوسروں کا خیال

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ وَاَنَا فِی الصَّلَاةِ، فَاُخَفِّفُ، مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهُ.

(الترمذی ابواب الصلاۃ)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک ؓ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں، بخدا! مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے تو اس اندیشہ سے نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ کہیں اُس کی ماں پریشان نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ آپ نے ہمیشہ دوسروں کے جذبات واحساسات کی رعایت کی اور انہیں زحمت میں پڑنے سے بچانے کی مقدور بھر کوشش کی... اس کی ایک مثال حدیثِ بالا ہے۔

نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک[1] اور سامان راحت ہے۔[2] اس کے ساتھ آپ ﷺ کا کمال درجہ کا شغف وانہماک معلوم ہے، نماز میں آپ ﷺ کے خشوع، خضوع اور توجہ الی اللہ کی کیفیت بھی اس قدر مشہور و معروف ہے کہ عیاں راچہ بیاں، لیکن ان سب کے باوجود کسی بچے کے رونے کی آواز کانوں میں پڑتے ہی، مقدار قرأت میں تخفیف اور اس کی ماں کو ممکنہ زحمت سے بچانے کی فکر و تدبیر بلاشبہ احساس وشعور اور بصیرت وآگہی

---

[1] قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلَاةِ۔ [2] اَرِحْنَا یَا بِلَالُ۔

Marfat.com

کی معراج ہے۔

نمازِ جماعت میں ہمیشہ اس بات کی کوشش ہوتی کہ وہ مقتدیوں پر بار نہ ہو[1] اور کمزور، بوڑھے، بیمار اور کام سے جانے والے لوگوں کا بہ طورِ خاص خیال رکھا جاتا اور دیگر ائمہ کرام کو انہی رہنما اُصول کی تعلیم و تلقین کی جاتی[2] اور کسی سے اس بارے میں کوتاہی ہوتی یا شکایت سامنے آتی تو آپ ﷺ سخت برافروختہ ہوتے اور متعلقہ لوگوں کی سرزنش کرتے۔[3]

دوسروں کے فطری تقاضوں اور اُن کے راحت و آرام کا اس قدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے آدھی رات کا وقت اور رمضان کا آخری عشرہ، کچھ لوگ نفلوں میں مشغول، کچھ تسبیحات میں سراپا انہماک، چند تھکے ماندے نیند کے ساتھ ہم آغوش ایسے میں کچھ لوگوں نے آواز کے ساتھ قرآنِ کریم پڑھنا شروع کر دیا، آپ ﷺ نے سنا تو "مُعتکَف" کا پردہ ہٹا کر یوں فرمایا:

"خبردار! اونچی آواز سے قرآن پڑھ کر دوسروں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔"[4]

---

[1] حضرت عائشہؓ کا بیان۔

[2] عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ ﴿وَفِی رِوَايَةٍ: وَذَا الْحَاجَةِ﴾ وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ۔ (صحیح البخاری)

[3] مشہور واقعہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ و سورۂ نساء پڑھنے پر سختی کے ساتھ ڈانٹا اور فرمایا: "فَتَّان، فَتَّان، فَتَّان" ۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں: "إِنَّ مِنكُمْ مُنَفِّرِيْنَ"... کچھ لوگ (لمبی لمبی نمازیں پڑھا کر) دین سے نفرت اور بے دلی پیدا کر دیں گے (کہ لوگ مسجد میں آنا چھوڑ دیں گے)۔

[4] عَنْ أَبِی سَعِيْدٍ قَالَ، إِعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُوْنَ بِالْقِرَاءَةِ، فَكَشَفَ السِّتْرَ وَقَالَ: أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهٗ فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَلَا يَرْفَعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِی الْقِرَاءَةِ أَوْ قَالَ: فِی التِّلَاوَةِ۔ (ابوداود، باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل)

Marfat.com

خود آپ کا یہ حال تھا کہ تہجد کی نماز میں قرآنِ پاک ایسی دھیمی آواز میں پڑھتے کہ پاس سونے والا، آرام سے میٹھی نیند سوتا رہتا۔ اور ایک نماز ہی پر کیا موقوف، آپ ﷺ رات دیر گئے گھر آتے تو سلام اتنی آہستگی سے کرتے کہ اہلِ خانہ جاگ رہے ہوں تو جواب دے دیں ورنہ آرام سے سوتے رہیں[1] غالباً گھر والوں کو اسی زحمت سے بچانے کے لئے آپ ﷺ نے صحابہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ پردیس سے خاصی رات گزرنے پر واپسی ہو تو اس وقت دروازہ پیٹنا (اور پورے گھر کی نیند خراب کرنا) مناسب نہیں۔[2]

دوسروں کے راحت و آرام کا آپ ﷺ کو اس قدر خیال تھا، اس کا کچھ اندازہ اس روایت سے ہو سکتا ہے:

قَالَتْ عَائِشَةُ.... فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا رَيْثَمَا ظَنَّ أَنِّي قَدْ رَقَدْتُ ثُمَّ انْتَعَلَ رُوَيْدًا وَأَخَذَ رِدَاءَهُ رُوَيْدًا ثُمَّ فَتَحَ الْبَابَ رُوَيْدًا وَخَرَجَ وَأَجَافَهُ رُوَيْدًا.

(النسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب الغیرۃ)

ترجمہ: - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (تہجد کے وقت) جب آپ ﷺ کو یہ اندازہ ہوا کہ میری آنکھ لگ گئی ہے تو آپ ﷺ نے دھیرے سے جوتے پہنے، ہلکے سے چادر اُٹھائی پھر ہولے سے کواڑ[3] کھولا اور باہر آکر دھیمے سے بند کر دیا۔

اللہ! اللہ! محبتِ رسول سے سرشار اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اگر واقعتہً سو بھی رہی ہوتیں اور آپ ﷺ کے بے تکلف دروازہ کھول کر جانے سے ان کی آنکھ کھل جاتی تو

---

1. مشہور روایت
2. عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَاهُمْ أَنْ يَطْرُقُوا النِّسَاءَ لَيْلًا۔ (ترمذی، کتاب الادب، باب الاستیذان)
3. حضرت عائشہؓ کے حجرے کا کواڑ، ایک پلے کا اور ساگوان کی لکڑی کا تھا جو صرف ہندوستان کی پیداوار ہے۔ دیکھئے: العقد الثمین، مولفہ قاضی اطہر مبارکپوری۔

Marfat.com

اللہ! اللہ! محبتِ رسول سے سرشار اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اگر واقعتہً سو بھی رہی ہوتیں اور آپ ﷺ کے بے تکلف دروازہ کھول کر جانے سے ان کی آنکھ کھل جاتی تو اُنہیں احساسِ زحمت کا ''واہمہ'' بھی نہ ہوتا۔ لیکن آپ کو، سو جان سے نثار ایسی رفیقۂ حیات کی امکانی زحمت و بے آرامی کا اس قدر خیال و اہتمام ہے[1]...... تا کجا بہ دیگراں۔

دوسروں کی رعایت اور زحمت سے بچانے کی کوشش، دینِ حنیف کا ایک انمول اصول ہے، جو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

ہجرت کے بعد کچھ دنوں، حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر آپ کا قیام تھا، مکان دو منزلہ تھا، اُنہوں نے بہت کوشش کی کہ آپ بالائی حصے میں فروکش ہوں میں نیچے رہوں (کہ خادم ہونے کے ناطے یہی مناسب تھا) لیکن آپ ﷺ نے باصرار زیریں حصے ہی کو منتخب کیا اور فرمایا:

''میاں! میرے پاس آنے جانے والوں کا تانتا لگا رہے گا (اور اوپر رہنے کی صورت میں) بار بار پردہ کرانا پڑے گا، جس سے تمہارے اہلِ خانہ کو زحمت ہوگی۔[2]

ملاقات پر اپنا نام بتانے اور اس نام کے کئی فرد ہوں تو قدرے وضاحت کر دینے کی تعلیم میں آخر اس کے سوا کیا غرض ہے کہ مخاطب کو زحمت سے بچایا جائے، کچھ لوگ، پوچھنے پر، صرف ''میں'' اور ''پہچانا نہیں؟'' کہا کرتے ہیں، جس سے خواہ مخواہ مخاطب کو اُلجھن اور بسا اوقات شرمندگی ہوتی ہے، آپ ﷺ کو یہ طریقہ سخت ناپسند تھا۔[3] دوسروں ہی کی خاطر،

---

[1] وَظَنَنْتُ أَنَّکِ قَدْ رَقَدْتِ فَکَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَکِ وَخَشِیْتُ أَنْ تَسْتَوْحِشِی.

[2] سیرۃ ابن ہشام۔

[3] عَنْ جَابِرٍ یَقُوْلُ: أَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ دَیْنٍ کَانَ لَہُ عَلٰی أَبِیْ، فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا فَقَالَ: أَنَا، أَنَا، کَأَنَّہُ کَرِھَھَا ۔ (البخاری، باب اذا قال من ذا فقال انا)

Marfat.com

مجلس میں نہ پیر پھیلا کر بیٹھتے اور نہ آلتی پالتی مار کر، بلکہ اس طرح گھل مل کر رہتے کہ باہر سے آنے والوں کو پوچھنا پڑتا: محمد ﷺ کون ہیں؟

حضر ہو یا سفر، راحت رسانی کا اہتمام ہر جگہ یکساں نظر آتا ہے۔

ایک مرتبہ اُمِ سلیم صحابیہ، بعض ازواجِ مطہرات کے ساتھ ہم سفر تھیں، اور مشہور حدی خواں انجشہ[1] ان کے اونٹ کی نکیل پکڑ کر لے جا رہے تھے، اُنہوں نے گنگنانا شروع کیا تھا کہ آپ ﷺ نے یہ کہہ کر روک دیا:

انجشہ! دیکھنا، ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو۔[2]

یہ جذبہ آپ ﷺ میں اس قدر کارفرما تھا کہ صحابہ کو اس بات کی بطورِ خاص تاکید تھی:

”لوگوں کو آسانی بہم پہنچانا، کسی دشواری یا زحمت میں نہ ڈالنا، اُنہیں تسکین دینا اور کوئی ایسا کام نہ کر بیٹھنا کہ اُنہیں نفرت یا بیزاری ہو جائے۔[3]

○ ○ ○

---

۱ ان کی آواز بڑی سریلی و پرکشش تھی، اسے سن کر اونٹ بڑی مستی سے چلا کرتے تھے۔

۲ عن أنس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض أسفاره وغلام يقال له أنجشة يحدو، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أنجشة رويدك، سوقا بالقوارير، وفي رواية، لا تكسر القوارير۔ (مسلم، باب رحمۃ النبی للنساء)

۳ عن أنس بن مالك: قال قال النبي صلى الله عليه وسلم يسروا ولا تعسروا وسكنوا ولا تنفروا۔ (صحیح البخاری)

Marfat.com

بے زبان جانوروں کا خیال

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ إِذِ اشْتَدَّ عَلَیْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِیْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ وَإِذَا کَلْبٌ یَلْهَثُ یَأْکُلُ الثَّرٰی مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْکَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذِیْ کَانَ بَلَغَ مِنِّیْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهٗ مَاءً ثُمَّ أَمْسَکَهٗ بِفِیْهِ حَتّٰی رَقِیَ فَسَقَی الْکَلْبَ فَشَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنَّ لَنَا فِی الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ فَقَالَ: فِیْ کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.

(متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرمایا: ایک مرتبہ (بنی اسرائیل کے) ایک شخص کو راستہ چلتے ہوئے سخت پیاس لگی، ایک کنواں ملا تو وہ پانی پینے کے لئے اس میں اُترا اور سیراب ہو کر باہر آیا، دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے زبان نکالے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اُس نے سوچا: اس کتے کو بھی میری ہی طرح پیاس لگی ہے یہ خیال کرتے ہی وہ کنویں میں پھر اُترا اور اپنے (چرمی) موزوں کو پانی سے بھرا، اور اُن کو سنبھالے ہوئے اوپر آیا اور کتے کو پانی پلایا، اس عمل کی خدا نے قدر کی اور اس کو بخش دیا۔ (یہ واقعہ سن کر) صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا بے زبان جانوروں کے ساتھ خیر خواہی میں بھی خدا کے یہاں اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا: ہر اس مخلوق کے ساتھ جس میں جان موجود ہے، بھلائی کرنے میں اجر و ثواب ہے۔

اسلام، دوسروں کی سلامتی کا ضامن ہے، اور اس کا دائرہ، صرف اہلِ اسلام یا بنی نوعِ انسان ہی تک محدود نہیں بلکہ خدا کی بنائی ہوئی تمام مخلوق تک وسیع ہے۔ بے زبان جانور ہوں یا ہرے بھرے درخت، بہتا ہوا پانی ہو یا اینٹ پتھر کی سڑک ان سب کا خیال رکھنے اور اُن کا حق ادا کرنے کی واضح تعلیمات، شریعت میں موجود ہیں۔

چنانچہ ایک مشہور روایت میں بتایا گیا ہے کہ ایک فاحشہ عورت کی نجات، محض ایک بے زبان جانور کے ساتھ ہمدردی کی بنا پر ہوگئی جبکہ ایک دین دار خاتون پالتو بلی کو ہمہ وقت باندھے رکھنے اور اُس کو بھوکا مارنے کی پاداش میں، جہنم میں جھونک دی گئی۔ ایک مرتبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ کھڑا تھا، اُس نے جیسے ہی آپ کو دیکھا، بلبلا کر رو پڑا اور اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے، یہ صورت حال دیکھ کر آپ ﷺ اس کے پاس آئے، اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور چمکارا، اس کے چپ ہونے پر آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک نوجوان انصاری بولے: حضور یہ میرا اونٹ ہے.... آپ نے سرزنش کی: تمہیں اس بے زبان جانور کے بارے میں خدا کا خوف نہیں آتا، اس نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اس کے کھانے پینے کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتے، اسے بھوکا مارتے ہو اور اوپر سے بے تحاشا کام لیتے ہو۔

بے زبان جانوروں کے تئیں آپ ﷺ کے جذبات ہمدردی کا ایک نمونہ یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک صحابی حضرت عبداللہ کا کہنا ہے: ایک دفعہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم سفر تھے، راستے میں ایک جگہ ایک لال اپنے بچوں کے ساتھ نظر آیا، ہم نے بچوں کو پکڑ لیا، یہ دیکھ کر لال تڑپنے اور پھڑ پھڑانے لگا، آپ ﷺ کسی ضرورت سے گئے ہوئے تھے، جب

Marfat.com

آپ واپس آئے اور یہ منظر دیکھا تو آپ نے سخت سست کہا اور فرمایا: اس کے بچوں کو کس نے پکڑ کر اسے مصیبت میں ڈالا ہے۔خبردار! ان بچوں کو فوراً چھوڑ دو۔

ایسا ہی ایک اور قصہ سننِ ابوداؤد میں مذکور ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک صاحب اس طرح پہنچے کہ ہاتھ پر کپڑا لپٹا ہوا تھا، کہنے لگے، یا رسول اللہ، میں آپ سے ملنے آ رہا تھا، راستے میں درختوں کے جھنڈ تھے وہاں میں نے پرندوں کے بچوں کی آوازیں سنیں تو اُنہیں پکڑ لیا اور کپڑے میں چھپا لیا، بچوں کی ماں یہ دیکھ کر میرے گرد منڈلانے لگی، میں نے اُسے دیکھ، بچوں کو کھولا تو وہ اُن پر بے سدھ ہو کر گر پڑی، میں نے اُسے بھی کپڑے میں چھپا لیا اور اپنے ساتھ لے آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہیں کھول کر یہاں رکھ دو، چنانچہ میں نے اُنہیں رکھ دیا، لیکن بچوں کی ماں اُڑنے کے بجائے بچوں ہی کے پاس ٹھہری رہی... آپ ﷺ نے ہدایت کی: ان سب کو جہاں سے پکڑا ہے وہیں پہنچا کر آؤ۔

○ ○ ○

Marfat.com

دل جوئی

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لِيْ صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِيْ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِيْ. (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں گڑیوں سے کھیلتی تھی، میری کئی سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، اور جب رسالت مآب ﷺ گھر تشریف لاتے تو وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر دُبک جاتیں، لیکن آپ ان کو میرے پاس بھیج دیتے اور وہ میرے ساتھ پھر کھیلنے لگتیں۔

اسلام میں دل جوئی کی بڑی اہمیت ہے، دل بدست آور کہ حج اکبر است، بشرطیکہ اس کی وجہ سے کسی خلافِ شرع امر کا ارتکاب نہ ہو۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا ورق ورق دل جوئی کے واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ ابو داؤد کی روایت ہے: کوئی آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑے، آپ ﷺ اُس کا ہاتھ پکڑے رہتے۔[1] سیرت کی تمام کتابوں میں آپ کا یہ معمول بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے ملنے والا جہاں چاہتا آپ کو بٹھا کر یا کھڑے کھڑے بات

[1] ابوداؤد۔

Marfat.com

کرتا رہتا اور آپ ﷺ اس تعب و مشقت کو محض اُس کی دل جوئی میں برداشت کرتے، یہاں تک کہ وہ خود ہی رخصت لے کر واپس ہوتا۔[1] مدینہ کی کوئی باؤلی عورت بھی جب اور جہاں چاہتی آپ کو روک کر دیر تک باتیں کیا کرتی اور آپ ﷺ سنا کرتے۔[2]

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں لگ بھگ سو مرتبہ آپ ﷺ سے مسجدِ نبوی میں ملا ہوں اور آپ کی دل جوئی کا یہ نظارہ دیکھا ہے کہ صحابہ نمازِ فجر کے بعد جاہلیت کے قصے سننے اور سنانے میں مصروف ہیں اور کسی کسی بات پر ہنسی پھوٹ پڑتی ہے تو آپ تبسم ریز ہو کر دل جوئی کر رہے ہیں۔[3] یا اصحابِ ذی وقار کسی دنیوی معاملے میں تبادلۂ خیال کر رہے ہیں تو آپ ﷺ بھی اُن کی خاطر شریکِ گفتگو ہیں اور جب حاضرین ہی کا روئے سخن دینِ متین اور آخرت کی طرف ہوا تو اب آپ بھی اسی موضوع پر لب کشا ہیں۔[4]

اہلِ خانہ کی دل جوئی کا اس قدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے افسانوی طرز کی ایک طولانی حکایت سنائی جسے آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ پورے انشراح کے ساتھ سماعت فرمایا بلکہ اُن کا دل رکھنے کے لئے یوں فرمایا: تمہارے لئے میرے دل میں وہی حیثیت ہے جو اس افسانے میں مثالی ہیرو ''ابو زرع'' کی ہے۔[5]

حضرت عائشہؓ ہی کی روایت ہے کہ مجھے وہ منظر آج بھی یاد ہے جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے ڈھانکے ہوئے حبشیوں کا کرتب دکھا رہے تھے، آخر کار دیکھتے دیکھتے میں ہی اُکتا گئی حالانکہ میں اُس وقت کھیل کود کی شوقین ایک نوعمر لڑکی تھی اور اسی سے اندازہ لگایئے کہ مجھے وہ تماشہ دیکھتے دیکھتے کتنا وقت لگا ہوگا۔[6] لیکن اہلِ خانہ کی دل جوئی میں آپ ﷺ پوری بشاشت کے ساتھ کھڑے رہے۔

---

[1] شمائل ترمذی۔ [2] ایضاً۔ [3] مسلم باب تبسمه ﷺ وحسن عشرته۔
[4] شمائل ترمذی، باب ما جاء في خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم۔
[5] متفق علیہ... وشمائل ترمذی، حدیث ابی زرع۔ [6] متفق علیہ۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے اہل خانہ کے ساتھ حسنِ معاشرت کے وہ طور طریقے برتے اور دل جوئی کی ایسی ایسی صورتیں اپنائیں کہ آج تقدس و مشیخت کے مصنوعی خول میں رہتے ہوئے ان کا تصور بھی مشکل ہے، چنانچہ ایک مرتبہ کھلے میدان میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ لگائی، وہ ہلکی پھلکی چھریری بدن کی تھیں، آپ ﷺ سے آگے نکل گئیں، مدتوں بعد جب اُن کا بدن قدرے بھاری ہوگیا، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ پھر دوڑ کی، اس مرتبہ وہ پیچھے رہ گئیں، آپ نے اُن کے احساسات کا اندازہ کرتے ہوئے دل جوئی کی اور فرمایا: ایک بار تم جیتیں، ایک بار ہم جیتے، چلو برابر سرابر ہو گئے۔[1]

حضراتِ صحابہ اور اہلِ خانہ ہی پر کیا موقوف، چھوٹے چھوٹے بچوں کی دل داری کا اتنا خیال تھا کہ شاید و باید، ابو عُمیر ایک چھوٹے سے بچے تھے جن کی ایک پالتو چڑیا "نُغیر" اتفاق سے مرگئی، آپ ﷺ نے بچے کو اداس و مغموم دیکھا تو دل جوئی کی اور اُسے خوش کر دیا۔[2]

دوسروں کا دل رکھنے کے، آپ ﷺ کے انداز بھی نرالے تھے، حضرت نعیمان بن معیقب ؓ ایک صحابی ہیں، محبتِ رسول سے سرشار یہ فدائی جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و استغناء اور دنیا سے بے اعتنائی و بے التفاقی کو دیکھتا تو تڑپ کر رہ جاتا، دل میں ایک ہوک اُٹھتی، کاش کسی طرح کوئی لذیذ و عمدہ غذا آپ ﷺ کی خدمت میں نذر کرسکوں! لیکن آخر کیسے؟ اس لئے کہ خود اُس کے ہاتھ خالی تھے، جویندہ یابندہ، آخر فدائی کو ایک ترکیب سوجھ ہی گئی، بنیے سے آپ کے نام پر بیش قیمت اشیائے خوردنی خریدیں اور لدے پھندے حاضرِ خدمت ہو کر گویا ہوئے: حضور! ہدیہ قبول فرمائیں، آپ نے ابھی سامان رکھا ہی تھا کہ بنیا بل لئے ہوئے پیچھے پیچھے چلا آیا اور کہنے لگا: آپ کے نام یہ اور یہ سامان خریدا گیا ہے، اس کی قیمت ادا کیجئے، آپ نے پوچھا: بھئی یہ کیا حرکت؟ کہنے لگے: میرا دل چاہا آپ ان لذیذ ماکولات کو تناول فرمائیں، پاس میں کچھ تھا نہیں، اس لئے یہ گستاخی کی۔ آپ

---

[1] متفق علیہ۔ [2] شمائل ترمذی۔

Marfat.com

ﷺ مسکرائے اور اُن کی دل جوئی میں بل ادا کئے جانے کا حکم فرمایا۔[1] روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت اکثر اسی طرح کیا کرتے اور آپ محض دل رکھنے کے لیے ہر بار رقم ادا کیا کرتے۔

ملاقات کے وقت خندہ پیشانی سے مسکرا کر ملنا، اسی دل جوئی کی خاطر تھا، حد تو یہ ہے کہ قوم کا بدترین اور بد خلق شخص بھی ملنے آتا تو آپ ﷺ اُس کے ساتھ خوش خلقی اور دل داری کا معاملہ فرماتے،[2] اور اُمت کو اسی اسوۂ حسنہ پر کار بند رہنے کی ہدایت فرماتے۔[3]

کسی بیمار کی عیادت کو جاتے تو آپ ﷺ اُسے ڈھارس بندھاتے اور دل جوئی کے لئے ارشاد فرماتے: گھبراؤ مت، انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔[4]

کھانے کی مجلس میں، فراغت کے بعد لوگ بات چیت کے خیال سے دھونی جما کر بیٹھ جاتے، آپ ﷺ اُن کی خاطر بیٹھے رہتے، حالانکہ ایسا کرنے میں آپ ﷺ کو سخت کلفت ہوتی اور بہت سے ضروری کام رہ جاتے، آخر خود ذاتِ باری نے اس معاملے میں مداخلت کرتے ہوئے یہ ہدایت کی:

فَـاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَلَا مُسۡتَاۡنِسِيۡنَ لِحَدِيۡثٍ، اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِى النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡيٖ مِنۡكُمۡ وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡيٖ مِنَ الۡحَقِّ .... (سورۃ الاحزاب:۵۳)

مفہوم یہ کہ جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اُٹھ کر چلے جاؤ، باتیں کرنے کے خیال سے جم کر نہ بیٹھو، اس لئے کہ اس سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ تمہارے لحاظ سے صاف نہیں کہتے، لیکن اللہ تعالیٰ کو صاف بات کہنے میں کیا لحاظ؟

○ ○ ○

[1] متفق علیہ۔ [2] الترمذی، باب ما جاء فی المداراۃ۔
[3] مسلم، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء۔
[4] لاباس طهور ان شاء الله، الحديث۔

Marfat.com

دوسروں کی رائے کا احترام

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح اللہ کے فرستادے اور اس کے نمائندے ہیں۔ آپ کا ادب و احترام، اُمت پر واجب اور تعظیم و تکریم لازمی ہے، آپ ﷺ کا درجہ پوری اُمت کے والد جیسا، بلکہ اُن سے بڑھ کر ہے۔ آپ کے سامنے آواز اونچی کرنا اور قدم آگے بڑھانا خدا نے جرم قرار دیا ہے، دین و شریعت کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں آپ ﷺ کا قول محکم اور رائے قطعی ہے، جس میں کسی تنسیخ یا ترمیم کی گنجائش نہیں، البتہ وہ دنیاوی معاملات جن میں اصابتِ رائے، طویل تجربہ اور ممارست کے بعد حاصل ہوتی ہے، یا اُمت کی بہتری اور مصلحت کسی دوسری رائے میں مضمر ہو تو وہاں نبی کو دوسروں کی رائے پر عمل پیرا ہونے اور اپنی رائے واپس لینے میں ذرا جھجک محسوس نہیں ہوتی۔ ایسے میں نہ کوئی خیالی شرم و حیا مانع ہوتی ہے اور نہ ہی یہ احساس دامن گیر ہوتا ہے کہ لوگ ہمارے بارے میں کیا تاثر قائم کریں گے؟

کسی عظیم شخصیت کا قوم و ملت کے مفاد میں اپنی رائے سے دستبردار ہو جانا اور دوسرے کی بلکہ اپنے سے نہایت فروتر شخص کی رائے کو فیصل قرار دینا کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے، بلکہ بڑے دل گردے کا کام ہے، اور یہ وہی کر سکتا ہے جو اپنے نفس اور اپنی ہستی کو یکسر مٹا چکا ہو، جس کے سامنے عظمت ہو تو صرف خدائے برتر کی اور بڑائی ہو تو اسی ربِ کبریائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اس معیار کا اعلیٰ نمونہ ہے، ذیل میں بطور

Marfat.com

نمونہ مشتے از خروارے، چند واقعات جو بغیر کسی خاص تحقیق و جستجو کے سامنے آگئے، ہدیۂ قارئین ہیں:

□ حکی ابن سعد لما نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بأدنی میاہ بدر، قال لہ الحباب بن للمنذر، أہذا منزل أنزلکہ اللہ، لیس لنا أن نتقدمہ أم ہو الرأی والحرب والمکیدۃ، قال لا بل ہو الرأی والحرب والمکیدۃ، قال فإنہ لیس بمنزل، إنہض حتی تاتی أدنی ماء من القوم فننزلہ، ثم نعور ما وراءہ من القلب فنشرب ولا یشربون، فقال: أشرت بالرأی وفعل ما قالہ۔ (الشفاء للقاضی عیاضؒ)

جنگِ بدر کا واقعہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اور وہیں مورچہ جمانے کا حکم فرمایا، یہ ایک نشیبی اور ریتیلا مقام تھا جو بہ ظاہر حربی اور عسکری نقطۂ نظر سے موزوں نہ تھا، صحابہ خاموش تھے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ خدا کا حکم ہو، جس میں چون و چرا کی مجال نہیں، لیکن ایک صحابی حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے نہایت ادب اور سلیقہ کے ساتھ معلوم کر ہی لیا: حضور ﷺ! میدانِ کارزار کے لئے اس جگہ کا انتخاب خدائے علیم و خبیر کی طرف سے ہو تو پھر دم مارنے کی گنجائش نہیں، لیکن اگر یہ آں محترم کی اپنی حکمتِ عملی کا نتیجہ ہو تو پھر عرض ہے کہ قیام آگے فلاں جگہ کیا جائے، وہ حربی اور عسکری ہر دو لحاظ سے ہمارے لئے نہایت کارآمد ہے، اور پھر اس کی کچھ تفصیل بیان کی۔ آپ ﷺ نے سنجیدگی سے اس نکتے پر غور کیا اور فرمایا: واقعی تم نے بڑے کام کی بات بتائی اور پھر اُن ہی کی رائے پر عمل فرمایا۔

□ جنگِ اُحد میں آپ ﷺ کی ابتدائی رائے اور حکمتِ عملی، باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی نہیں تھی، بلکہ شہر میں رہتے ہوئے قلعہ بند طریقے پر مدافعت کی تھی، لیکن پرجوش نوجوانوں کے اصرار پر جو دادِ شجاعت دکھانے کے لئے ماہی بے آب بنے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اپنی رائے تبدیل کی اور ''اُحد'' میں مورچہ جمایا، اور اگرچہ ابتداءً مسلمانوں ہی کا پلڑا بھاری

Marfat.com

رہا اور دشمن کے پیر اُکھڑ گئے، لیکن چند صحابہ کی ذرا سی اجتہادی لغزش سے جیتی جتائی جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور بھاری جانی و مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔

□ وَ أَرَادَ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مُصَالَحَةَ بَعْضِ عَدُوِّهِ عَلٰى ثُلُثِ تَمْرِ الْمَدِيْنَةِ، فَاسْتَشَارَ الْأَنْصَارَ، فَلَمَّا أَخْبَرُوْهُ بِرَأْيِهِمْ رَجَعَ عَنْهُ.

(الشفاء للقاضی عیاض)

غزوۂ احزاب (جنگِ خندق) میں قریش اپنے تمام حلیفوں کے ساتھ، ایک بڑے لاؤ لشکر کو لے کر مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا دم خم ٹھونک کر، مست ہاتھیوں کی طرح جھومتے ہوئے آپہنچے، آپ ﷺ نے لڑنے کے بجائے جنگ ٹالنے کی حکمتِ عملی اپنائی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے اطرافِ مدینہ، خاصی طویل اور گہری خندق کھدوائی، جس کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے آیا اور ایک آدھ چھوٹی موٹی جھڑپوں کے سوا، حقیقی جنگ کی نوبت نہیں آئی، دشمن اس خندق کو دیکھ کر حیران و ششدر تھا، اور اندر ہی اندر پیچ و تاؤ کھا رہا تھا، اس نے بھی آر یا پار کی ٹھان رکھی تھی، اور خندق کی دوسری طرف جم کر بیٹھ گیا تھا، جب اس صورتِ حال نے طول کھینچا اور مسلمانوں کے لئے چند در چند مسائل پیدا ہونے لگے تو آپ ﷺ نے انصار کو بلا کر یہ رائے دی کہ حالات روز بروز نزاکت اختیار کرتے جا رہے ہیں، اس لئے بہتر ہو کہ اس متحدہ محاذ میں جو سب سے بڑا گروپ (غطفان) ہے، اس کے سرداروں (عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف) سے مصالحت کر لی جائے اور مدینہ کی کاشت (کھجور) کا ایک تہائی حصہ انہیں دینا طے کر دیا جائے۔ انصار نے یہ سنا تو پہلے ادب کے ساتھ یہ دریافت کیا: حضور! یہ خدائی حکم ہے یا ہماری بھلائی کے لئے آپ کی ذاتی رائے؟ آپ ﷺ نے موخر الذکر کی تائید کی۔ اس پر انصار نے بڑے جذباتی اور والہانہ انداز میں یہ کہا: حضور ﷺ! جب ہم گمراہ اور بد دین اور نرے جاہل تھے، اس وقت بھی کسی کی یہ ہمت نہ پڑی کہ ہم سے ایک کھجور تاوان کے طور پر لے جائے، آج تو

Marfat.com

ہم خدا کے فضل و کرم اور آپ کی عنایتوں کے طفیل، ہدایت یافتہ، دین آشنا اور خدا آگاہ ہیں..... بھلا اب یہ کیسے اور کیوں کر ہو سکتا ہے؟ آپ بالکل بے فکر رہیں، یہ ہمارا بال بیکا نہ کر سکیں گے.... آخر آپ ﷺ نے ان کی رائے کے احترام میں اپنی بات واپس لی اور پھر کچھ تدبیر اور کچھ تقدیر سے ایسے حالات بنے کہ پانسہ ہی پلٹ گیا اور دشمن سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

□ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يَأْبُرُوْنَ النَّخْلَ، فَقَالَ: مَا تَصْنَعُوْنَ؟ فَقَالُوْا كُنَّا نَصْنَعُهُ، قَالَ: لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوْا كَانَ خَيْرًا لَهُمْ، فَتَرَكُوْهُ، فَنَقَصَتْ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيٍ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ.
(رواہ مسلم)

نبیِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا، لوگ کھجور کی قلمیں لگا رہے ہیں، آپ نے پوچھا: یہ کیا کر رہے ہو، بولے: حضور! یہ تو صدیوں سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری رائے ہے کہ اسے چھوڑ دو، جاں نثاروں کے لئے اتنا کہنا بہت تھا، وہ رک گئے لیکن جب فصل آئی تو خاصا نقصان ہوا، آپ کے سامنے یہ بات آئی تو آپ ﷺ نے کسی پس و پیش کے بغیر یوں فرمایا: بھئی میں بھی آخر ایک انسان ہی تو ہوں، اگر دین کے بارے میں کچھ بتاؤں تو اُسے گرہ میں باندھ لو، لیکن اگر دنیاوی معاملات میں کوئی رائے دوں تو اس میں بھول چوک بھی لگی ہوئی ہے، اس کو تم ہی زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو۔

□ صلحِ حدیبیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ صلح کی دستاویز لکھواتے وقت، قریش کے نمائندے (سہیل بن عمرو) نے سرنامہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہی پر اعتراض جڑ دیا اور کہا کہ یہ رحمٰن کیا ہے، ہم نہیں جانتے؟ آپ بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ لکھوایئے، جو اس دعوائے نبوت سے پہلے

Marfat.com

آپ کا بھی معمول تھا، نیز مسودے کے الفاظ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے بجائے مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لکھوایئے، اس لئے کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ سمجھتے اور مانتے تو آج یہ نوبت ہی کیوں آتی، آپ ﷺ نے اُس کی بات سنی اور فرمایا: تم کتنا ہی جھٹلاؤ، میں اللہ کا رسولِ برحق ہوں، اس کے باوجود آپ نے محض اسلام اور اہلِ اسلام کے وسیع تر مفادات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے، فریق ثانی کی رائے کا احترام اور اس پر عمل کیا۔

□ ٹھیک یہی حدیبیہ کا موقع ہے، صحابہ فرطِ غم سے نڈھال اور بے قابو ہیں، ہر شخص اُداس اور دل گرفتہ نظر آتا ہے، چہرے رنج والم کی تصویر بنے ہوئے ہیں، اور ہر آنکھ میں ایک ہی سوال ہے: آخر اتنی دب کر کیوں صلح کیوں کی گئی کہ فریقِ ثانی کی ہر جا و بے جا بات مان لی گئی؟

ایسے میں آپ ﷺ کی آواز سنائی دی: لوگو! اپنی قربانی کے جانوروں کو یہیں ذبح کرلو اور سر کے بال منڈا کر احرام کھول لو، لیکن ہر شخص اتنا کھویا ہوا تھا کہ کسی نے کچھ سنا ہی نہیں.... اس لئے کہ اُن کے دل و دماغ تو یہاں تھے ہی نہیں، آخر کوئی سنتا بھی تو کیسے؟ آپ ﷺ نے پھر آواز دی... پھر آواز دی، لیکن نتیجہ، ہر بار بے نتیجہ ہی رہا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دکھی ہوئے، اہل خانہ (حضرت اُم سلمہؓ) سے اس بارے میں گفتگو کی، اُنہوں نے مشورہ دیا، یارسول اللہ! اس وقت ان سے کچھ کہنا بے سود ہوگا، آپ صرف اتنا کام کریں کہ ان کے سامنے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کریں اور خود اپنا سر منڈالیں، جب یہ آپ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھیں گے تو انہیں خود ہوش آ جائے گا، آپ نے اُن کی رائے کی تصویب کی، اور اُن ہی کے مشورے پر عمل کیا۔ صحابہ نے آپ ﷺ کو یہ سب کرتے دیکھا تو لگا، وہ بے خودی کی دنیا سے لوٹ آئے ہوں، بس پھر کیا تھا اب ہر شخص اس عمل کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی تگ و دو میں مصروف تھا۔

Marfat.com

□ یاد ہوگا، بہت پہلے، جب آپ سوئے حرا سے نسخۂ کیمیا لے کر اہلِ خانہ کے پاس پہنچے تھے اور اس حادثے پر بہت گھبرائے ہوئے تھے، کلیجہ دھک دھک کر رہا تھا، ایسے میں رفیقۂ حیات (حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ) ہی نے تسلی دی تھی اور اُن ہی کی رائے اور مشورے پر ورقاء بن نوفل اور کچھ اور دوسرے حضرات کے پاس گئے تھے۔

□ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: إِنَّ زَوْجَ بَرِيْرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيْثٌ، كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ خَلْفَهَا يَطُوْفُ وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ.... فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ رَاجَعْتِيْهِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَتَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا أَشْفَعُ، قَالَتْ، لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ (أَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا مُسْلِمًا)

رفیقۂ حیات کی رائے اور مشورے کا احترام تو اپنی جگہ، آپ ﷺ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ سماج کی نہایت ہی گری پڑی اور دھتکاری ہوئی صنف، باندی کی رائے کا بھی یہ مقام ہے کہ اس کی خاطر، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کہی جانے والی ہستی، اپنی رائے سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہے۔

حضرت بریرہؓ، حضرت عائشہؓ کی باندی تھیں، ان کے شوہر کا نام مغیثؓ تھا، جو اُن سے بے پناہ محبت کرتے تھے، ایک معاملے کے تحت بریدہؓ آزاد ہوگئیں چونکہ شوہر غلام تھے، اس لئے اب شرعاً اس نکاح کو باقی رکھنے یا رد کرنے کا خود اُنہیں اختیار تھا، الغرض اُنہوں نے فسخِ نکاح کا فیصلہ سناڈالا، حضرت مغیثؓ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، اُنہوں نے بڑی منت سماجت کی، بہت روئے دھوئے، لیکن بریدہؓ ٹس سے مس نہ ہوئیں، تھک ہار کر اُنہوں نے نبی ختم المرسلین کو سفارشی بنایا، آپ نے اُن کی حالتِ زار دیکھی تو بریدہؓ سے کہا: اگر تم اپنے فیصلے کو واپس لے لو تو بہتر ہو! آخر بریدہؓ بھی حضرت عائشہؓ کی تربیت یافتہ تھیں، نہایت ادب کے ساتھ پوچھا: آقا! یہ آپ کا حکم ہے یا محض ایک سفارش؟ فرمایا: ہے تو سفارش ہی! کہنے لگیں: تو پھر حضور، مجھے معاف فرمائیں، اور آپ نے اُن کی رائے کے

Marfat.com

سامنے، اپنی رائے بلکہ سفارش کو واپس لے لیا اور ذرا برا نہ مانا۔

- سفرِ معراج میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے اور مشورے پر بار بار، بارگاہِ قدس میں پہنچنا، مشہور و معروف واقعہ ہے۔
- متعدد مواقع پر، اپنی رائے کے بجائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے پر فیصلہ کرنا، حدیث و سیرت اور تاریخ کی کسی بھی مستند کتاب میں نظر آ سکتا ہے۔

لاکھوں سلام ہوں، اُس محبوبِ ربِّ کائنات پر، جس نے اتنی عظمتوں اور رفعتوں کے باوجود، اپنے سے چھوٹوں، بلکہ بچوں، عورتوں، غلاموں اور باندیوں تک کو یہ عروج بخشا کہ اُن کی رائے کے سامنے اپنی رائے سے رجوع ہونے کا برملا اعلان کرنے میں حیرتناک حد تک فراخ دلی کا ثبوت دیا۔

فَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم۔

○ ○ ○

Marfat.com

اعتدال پسندی

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا إِمْرَأَةٌ، قَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَتْ: فُلَانَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا، قَالَ: مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُوْنَ، فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَكَانَ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللّٰهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ.

(صحیح البخاری، باب کتاب الایمان)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، گھر میں تشریف لائے تو میرے پاس ایک خاتون (حولاء بنت تویت) بیٹھی تھیں، آپ نے پوچھا: کون ہیں؟ جواب میں عرض کیا: فلاں صاحبہ، جو کثرتِ نوافل میں بہت مشہور ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہشت! بس اتنے ہی پر اکتفا کرو، جتنا بہ آسانی کر سکو، اس لئے کہ خدا اجر وثواب دینے میں نہیں اُکتاتا، البتہ تم لوگ بے اعتدالی کے نتیجہ میں ضرور اُکتا جاؤ گے، اور ایک روز سب چھوڑ بیٹھو گے، خدا کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ہے جو اگرچہ مقدار میں کم ہو، لیکن پابندی کے ساتھ ادا ہوتا رہے۔

شریعت کی نظر میں ''اعتدال پسندی'' اور ''میانہ روی'' ایک بڑی خوبی کا نام ہے۔ اسلام میں تنہا پسندی یا افراط وتفریط کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عربی کی ایک کہاوت ہے: اَلْجَاهِلُ إِمَّا مُفْرِطٌ وَإِمَّا مُفَرِّطٌ، نادان افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط کا شکار۔

Marfat.com

قرآن نے مسلمانوں کو "اُمَّةً وَّسطًا" (معتدل اُمت) کا خطاب دیا اور ہدایت کی کہ اپنے ہر کام اور ہر گام میں اس کا لحاظ کریں۔ ﴿وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ﴾

بہ ظاہر عبادات میں افراط و غلو، بہت اچھا اور بھلا معلوم ہوتا ہے، لیکن روایتِ بالا میں اس خیال کی حوصلہ افزائی نہیں، بلکہ اعتدال ہی کی تعلیم ہے، ام المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کے تعلق سے جب آپ ﷺ کے علم میں یہ آیا کہ وہ رات رات بھر نفلیں پڑھتی ہیں، اور ایک رسی اپنی کمر سے لپیٹ کر ستون سے باندھ لیتی ہیں، مبادا نیند کے جھونکے میں نہیں گر نہ جائیں، اس وقت آپ نے وہ رسی کھلوائی اور یہی نصیحت کی کہ جب تک بشاشت کے ساتھ عبادت کر سکو، کرو، نیند آنے لگے تو سو جاؤ، اس لئے کہ جسم کو بھی آرام ملنا ضروری ہے۔

وہ تین صحابہ (حضرت علی ؓ بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ بن العاص اور حضرت عثمان ؓ بن مظعون) جنہوں نے ہمیشہ کے لئے زہد و تقشف والی زندگی گزارنے کا عہد کیا تھا، آپ کی بارگاہ میں کسی انعام و صلے کے بجائے زجر و توبیخ کے مستحق قرار پائے۔ آپ نے اُن کے سامنے اپنی معتدل حیاتِ مبارکہ کو بطور "اسوہ" پیش کیا اور دو ٹوک فرمایا: "جنہیں میری روش ناپسند ہو، اُن سے میرا کوئی لینا دینا نہیں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد، وسیع تر مصالح کے پیش نظر، پہلے مہاجر و مہاجر اور پھر مہاجر و انصاری کے درمیان "دینی بھائی چارہ" کا رشتہ قائم فرمایا تھا، جو سگے رشتوں پر بھاری تھا۔ حضرت سلمان فارسی ؓ اور حضرت ابوالدرداء ؓ، اسی برادرانہ رشتے سے منسلک تھے، ایک مرتبہ اول الذکر دوسرے کے یہاں پہنچے، معلوم ہوا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں بلکہ قریب کی مسجد میں مصروفِ عبادت ہیں، پردے کی آیات اس وقت تک نازل نہ ہوئی تھیں۔ حضرت سلمان ؓ نے حضرت ابوالدرداء ؓ کی اہلیہ (ام الدرداءؓ) کو پھٹے حال دیکھا تو بے اختیار پوچھ بیٹھے: بھابی! یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟ کہنے لگیں، تمہارے بھائی کو تو رات دن اللہ اللہ کرنے ہی سے فرصت نہیں، بناؤ سنگھار کروں تو آخر کس

Marfat.com

کے لئے؟ اتنی ہی دیر میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آ گئے، علیک سلیک ہوئی، محبت سے گھر لائے، بھائی کی ضیافت میں پکوان تیار کرائے اور دسترخوان پر لگا کر رکھ دیئے اور کہنے لگے: بھائی بسم اللہ، شروع کریں۔ اُنہوں نے پوچھا: اور آپ؟ کہنے لگے: میں تو روزے سے ہوں، اُنہوں نے کہا: میں تو تمہارے بنا چکھ بھی نہیں سکتا، لاچار، نفلی روزہ توڑا اور ساتھ کھانا کھایا۔ رات ہوئی تو اُٹھ کر جانے لگے، اُنہوں نے پوچھا: کہاں چلے؟ کہنے لگے۔ نماز پڑھنے، اُنہوں نے ہاتھ پکڑا اور کہا: ابھی نہیں! تھوڑی دیر بعد وہ بے خود ہو کر اُٹھے... اور پھر اُٹھے، لیکن ہر بار سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حالت عجیب ہو رہی تھی، خیر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اُنہیں اُٹھایا اور دونوں صلاۃ و تسبیح میں لگ گئے... صبح ہوئی تو دونوں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ساری سرگزشت بیان کی، آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی رائے کی تصویب کی اور فرمایا:

صَدَقَ سَلْمَانُ، إِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَیْنَیْکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا.

ترجمہ:- سلمان کی بات ٹھیک ہے، جسم کا بھی تمہارے اوپر حق ہے، آنکھوں کا بھی حق ہے، اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن العاص، جنہوں نے حضور کے مشورے کے برخلاف اپنے لئے صومِ داوٗدی کی اجازت حاصل کی تھی، آخر عمر میں پچھتاتے تھے اور کہتے تھے: کاش! میں نے حضور کی بات مان لی ہوتی (جس میں آپ ﷺ نے معتدل عبادت کی تلقین کی تھی)۔

اعتدال آپ ﷺ کی زندگی کے ہر گوشے میں رچا بسا ہوا تھا، اور اسی کی آپ دوسروں کو دعوت دیتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص بیمار ہو گئے، اور بیمار

Marfat.com

بھی ایسے کہ زندگی کی آس چھوڑ دی۔ آپ ﷺ اُن کی عیادت کو گئے۔ کہنے لگے: حضور! میرے پاس خدا کا دیا ہوا بہت کچھ ہے، اور میرے آگے پیچھے سوائے ایک لڑکی کے اور کوئی ہے نہیں، اس لئے میں اپنی تمام جائداد (منقولہ وغیر منقولہ) وقف کرنا چاہتا ہوں، بہ ظاہر یہ ایک بڑا نیک اور حوصلہ مندانہ کام تھا، جس پر اُنہیں شاباشی ملنی چاہئے تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیا، اُنہوں نے آدھی کی منت سماجت کی، آپ ﷺ نے اُسے بھی رد کر دیا، آخر ایک تہائی کے لئے زور دیا، اور کہنے لگے: بس اس کو تو قبول کر ہی لیں۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا وہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے (اور آپ ﷺ کی تو ہر بات آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے):

اَلثُّلُثُ ، وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ، یَا سَعْدُ! لَاَنْ تَذَرَ وَرَثَتَکَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ.

ترجمہ:- تہائی! میاں، تہائی بھی بہت ہے، سعد! تم اپنی اولاد کو مالی طور پر آسودہ حال بنا کر جاؤ، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اُنہیں مفلس وقلاش کر کے دنیا سے رخصت ہو اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

آپ ﷺ کی شجاعت وقوت کا اندازہ کرنے کے لئے صرف یہ واقعہ کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ جیسے ناقابلِ تسخیر سمجھے جانے والے پہلوان کو جو ہزار پہلوانوں کی برابر شمار کیا جاتا تھا، دو مرتبہ اُٹھا کر پٹخ دیا تھا، اور آپ ﷺ دوسروں کو بھی شجاعت و بہادری ہی کا درس دیتے اور بزدلی کو ایمان کے منافی قرار دیتے، لیکن اس کے باوجود آپ کی یہ ہدایت تھی:

یَآ اَیُّهَا النَّاسُ! لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ. (متفق علیہ)

ترجمہ:- لوگو! خواہ مخواہ دشمن سے بھڑنے اور لڑائی مول لینے سے بچو، خدا سے ہر وقت عافیت کی دُعا مانگو۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے دوستی اور دشمنی میں بھی جادۂ اعتدال پر قائم رہنے اور انتہا پسندی سے باز رہنے کی ہدایت کی اور فرمایا:

أَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَا، عَسٰى أَنْ يَكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَا، عَسٰى أَنْ يَكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَا. (جامع الترمذی)

ترجمہ:- کسی سے دوستی کرو تو اعتدال کے ساتھ، اور یہ ذہن میں رکھ کر کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دن دشمنی پر اُتر آئے اور کسی سے دشمنی بھی معتدل درجہ کی ہو، اور یہ ذہن میں رکھ کر کہ کیا پتہ وہ کل دوست ہی ثابت ہو۔

صحابہ میں بیانِ سیرت پر سند کا درجہ رکھنے والے حضرت ہندؓ بن ابی ہالہؓ نے آپ کے اوصاف کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے ''معتدل الامر'' کا لفظ استعمال کیا ہے، یعنی آپ کی زندگی سراپا اعتدال اور میانہ روی کا پیکر تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوبی عبادات و معاملات سے لے کر صلح و جنگ اور دوستی و دشمنی تک ہر جگہ یکساں طور پر نظر آتی ہے، اور ساتھ ہی اُمت کو اس کا حامل بنانے کی قدم بہ قدم دعوت و تلقین بھی۔

○ ○ ○

Marfat.com

دانش مندی

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَامَ أَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَهَرِیْقُوا عَلٰی بَوْلِهِ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ أَوْ ذَنُوْبًا مِنْ مَاءٍ، فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ.

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِیْ طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُ النَّاسُ، فَنَهَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَضٰی بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوْبٍ مِنْ مَاءٍ فَاُهْرِیْقَ عَلَیْهِ.

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء)

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کے حوالے سے بیان کردہ دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ناواقف غیر مسلم دیہاتی، مسجد نبوی کے ایک کونے میں پیشاب کرنے لگا۔ (اس وقت نہ تو مسجد کی چہار دیواری تھی اور نہ ہی اس کا فرش، سطح زمین سے بلند تھا) اس کی اس حرکت پر صحابہ اُسے پکڑنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے لئے لپکے، لیکن آپ ﷺ نے اُن کو روکا اور فرمایا: تمہارا کام لوگوں کے ساتھ سختی یا تشدد کرنے کا نہیں، بلکہ ان کی غلطیوں کو نرمی اور آسانی سے سمجھانے کا ہے۔ وہ غیر مسلم دیہاتی یہ صورت حال دیکھ کر خاصا خوف زدہ ہو رہا تھا، جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو آپ

Marfat.com

ﷺ نے اُسے اپنے پاس بلایا اور بڑے پیار سے سمجھایا: ''یہ عبادت گاہ ہے، ایک پاک اور مقدس جگہ، جہاں پیشاب یا پاخانہ نہیں کیا جاتا۔'' اور صحابہ سے کہا کہ ایک بڑے ڈول میں پانی لے کر وہاں بہادو۔ (دار قطنی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرشِ مسجد کے اُس حصے کی مٹی کھودنے کا بھی حکم فرمایا۔ ﴿فَامَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَانِهِ فَاحْتُفِرَ﴾

اس واقعہ پر جس قدر غور کریں، اندازہ ہوتا ہے کہ آپ میں سنگین سے سنگین مسئلے کا نہایت پرامن اور دانش مندانہ حل نکالنے کی قدرت کی طرف سے بھرپور صلاحیت موجود تھی۔

ایک غیر مسلم کا پیشاب، اور وہ بھی مسجدِ نبویؐ میں! خدا کی پناہ!! اس حرکت پر جو کچھ بھی ہوتا وہ تھوڑا تھا... عجب نہیں جو اُس گنوار کی جان ہی چلی جاتی، کم از کم ایسی حالت میں بھاگ کھڑے ہونے کی صورت میں، مسجد کا ایک بڑا حصہ خراب ہونا تو یقینی تھا۔

(کبھی کبھار شر پسند کسی مسجد پر ہولی کا رنگ ڈال کر یا وہاں خنزیر کا گوشت رکھ کر مسلمانوں کے جذبات بھڑکا دیا کرتے ہیں، اور دیکھتے ہی دیکھتے جان و مال کا ناقابلِ تلافی نقصان ہو جایا کرتا ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو بڑے صبر و ضبط اور کمالِ دانش مندی سے یہ فیصلہ کیا کہ مسجد کا جو حصہ گندہ ہو چکا ہے، سو ہو چکا، اس کا بچانا تو بے سود ہے، البتہ اس غیر مسلم دیہاتی کی جان بچانے اور مسجد کے بڑے حصے کو ناپاک ہونے سے محفوظ کرنے کی فکر کرنی چاہیے، اور آخر آپ ﷺ کے فیصلے سے مسجد کے صحن میں ایک بڑا سنگین واقعہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

آپ ﷺ کا یہ دانش مندانہ فیصلہ، اس اصول کے ماتحت تھا کہ جب انسان دو مصیبتوں

Marfat.com

میں گھر جائے تو اسے آسان مصیبت اختیار کر لینی چاہیے کیونکہ عقل اور عبدیت دونوں کا یہی تقاضا ہے۔ ﴿إِذَا ابْتُلِىَ الْإِنْسَانُ بِبَلِيَّتَيْنِ، فَلْيَخْتَرْ أَهْوَنَهُمَا﴾ ایسے میں جذباتی اور عاجلانہ فیصلے، عقلی دیوالیہ پن ہی کی علامت نہیں، تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بھی ہو سکتے ہیں، جس کا خمیازہ کبھی کبھی صدیوں بھگتنا پڑتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ نوجوانی کی عمر میں ایک مرتبہ دورانِ حج حضرت جعفرؒ سے ملاقات ہوئی، لوگوں نے تعارف کرایا، حضرت جعفرؒ نے پوچھا: عزیزم! عقل مند انسان کی کیا پہچان ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''جو بھلائی (خیر) کو اختیار کرے اور برائی (شر) سے باز رہے۔'' یہ سن کر حضرت جعفرؒ نے کہا: ''میاں! یہ بات تو جانوروں میں بھی ہے، انہیں کھانے کو دیجیے تو دوڑ کر آئیں گے، ڈنڈا دکھائیے تو پیچھے ہٹ جائیں گے، پتہ چلا، وہ بھی خیر و شر سے واقف ہیں۔'' اب حضرت نعمان بن ثابت (امام ابو حنیفہؒ) نے ادب کے ساتھ عرض کیا: حضرت آپ ہی فرمائیں، حضرت جعفرؒ نے کہا: ''عقل مند انسان کی پہچان یہ ہے کہ دو برائیوں کے بیچ، خدانخواستہ پھنس جائے تو ہلکی اور آسان کو اختیار کر کے نکل آئے۔''

صلح حدیبیہ میں نہایت دب کر کیا جانے والا معاہدہ، حتیٰ کہ سرنامہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ کے الفاظ مٹائے جانے کا حکم، خانہ کعبہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر پورے طور پر قائم نہ ہونے کے باوجود، اسی طرح رہنے دینا اور اسے نہ چھیڑنا، منافقین کی بعض کھلی گستاخیوں اور اسلام دشمنانہ سرگرمیوں کے باوجود انہیں سزا نہ دینا اور انگیز کرنا، جنگِ اُحد کے نازک ترین لمحات میں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی ہو چکے تھے، ابو سفیان کا جو اس وقت دشمن کی فوج کا سپہ سالار تھا، بار بار یہ پوچھنے اور مشتعل کرنے پر کہ ''کیا محمد زندہ ہیں؟ ابو بکر زندہ ہیں؟ عمر زندہ ہیں؟ نہیں! یہ سب ختم ہو چکے، اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینے سے منع کرنا اور خاموش رہنے

Marfat.com

کی تلقین کرنا اسی ''چھوٹی برائی'' کو اختیار کرنے کی چند واضح اور روشن مثالیں ہیں، جن کے دور رس اثرات کا ایک دنیا کو اعتراف ہے۔

گھریلو مسئلہ ہو یا شہری، ملکی ہو یا بین الاقوامی، اس کے حل میں سوائے کسی نہ کسی برائی یا نقصان اُٹھانے کے اور کوئی راستہ نہ ہو تو وہاں ''چھوٹی برائی'' یا ''تھوڑا نقصان'' گوارا کرکے ''بڑی برائی'' اور ''بڑے نقصان'' سے بچ جانا کمالِ دانش مندی ہے۔

○ ○ ○

Marfat.com

عفوودرگزر

عن عائشۃ قالت: ما انتقم رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لنفسہ الا أن تُنتھک حُرمۃُ اللّٰہ تعالیٰ، فینتقمُ للّٰہ بھا. (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کوئی انتقام نہیں لیا، البتہ اگر خدائی حدود کو پامال ہوتے دیکھتے تو پھر عظمتِ خداوندی کے پیشِ نظر سزا دینا ناگزیر ہوتا۔

اقتدار و منصب مل جانے کے بعد لوگ عموماً اپنے مخالفین سے گن گن کر بدلہ لیتے ہیں، اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے، انہیں زک پہنچانے اور ذلیل و رسوا کرنے کی نت نئی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں اور کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی جاتی، قرآن کریم نے اسی عمومی مزاج کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

إن الملوک إذا دخلوا قریۃ أفسدوھا وجعلوا أعزۃ أھلھا أذلۃ

ترجمہ:- فاتح حکمراں جب (مفتوحہ) علاقے میں پہنچتے ہیں تو (اپنی شان دکھانے کے لئے) اسے تباہ و برباد اور وہاں کے معزز شہریوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔

جاہ و اقتدار کے اس عام منتقمانہ مزاج کے برخلاف تاریخ کے دامن میں اگر کوئی پاک،

Marfat.com

صاف اور بے داغ مثال ہے تو وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذاتِ پاک ہے...فاتحِ مکہ نے سر بلند کرنے کے بجائے پورے عجز و انکسار کے ساتھ اونٹنی کے کجاوے سے اپنی تھوڑی کو لگا رکھا ہے اور زبان خدا کی حمد و ثنا میں مصروف ہے، اہالیانِ مکہ کو دیکھ کر کسی جوشیلے کمانڈر (حضرت سعد ﷺ بن عبادہ) نے تلوار لہرا کر یہ کہہ دیا: اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃ، اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْکَعْبَۃ. (آج تلواریں چلیں گی، آج عین صحنِ کعبہ میں جنگ ہوگی)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے اُنہیں فوراً عہدے سے برخاست کر کے واشگاف لفظوں میں یوں اعلان فرمایا:

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃ، اَلْیَوْمَ یُعَظِّمُ اللّٰہُ الْکَعْبَۃ.

ترجمہ:۔ آج عفو و درگزر کا دن ہے، آج تو کعبہ کی عظمت میں چار چاند لگیں گے۔

۱۸ رمضان ۸ ہجری فتح مکہ کا دن، قریشِ مکہ سرنگوں کھڑے ہیں، ۱۳ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذائیں پہنچائیں، دکھ دیے، راستوں میں کانٹے بچھائے، کوڑا کرکٹ پھینکا، تین سال تک سماجی و اقتصادی پابندیاں لگا کر دانے دانے سے ترسایا، قتل کرنے کی سازشیں کیں، مکہ چھوڑ کر مدینہ میں گھر بسایا تو وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور آئے دن لڑائی جھگڑے اور خون وخرابے پر اُتارو رہے.... آج یہ دن بھی دیکھنا ہوگا اُنہوں نے کہاں سوچا تھا!! اُنہیں اپنی گردن زدنی کا پورا یقین تھا۔

وَھُمْ لَا یَشُکُّوْنَ فِیْ اِسْتِئْصَالِ شَافَتِھِمْ وَاِبَادَۃِ خَضْرَاءِ ھِمْ.

ایسے میں رحمۃ للعالمین کی صدائے دل نواز سنائی دی تو بہت سوں کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا کہ ہم کیا سن رہے ہیں:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ، اِذْھَبُوْا، فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ.

Marfat.com

”جاؤ، آج کوئی گلہ وشکوہ نہیں، خدا تمہاری غلطیوں کو معاف کرے، تم سب آزاد ہو۔“

جنگِ اُحد (۶ رشوال ۳ رہجری) میں آپ ﷺ کے عفوو درگزر کا وہ مثالی کردار بھی زبان زدِ عام و خاص ہے کہ سر زخمی اور سامنے کا ایک دانت شہید ہو جانے پر صحابہ کو شدید رنج و غم ہوا اور باصرار آپ ﷺ سے درخواست کی کہ حضور! انہوں نے آپ کے ساتھ یہ کیا، آپ ان کے لئے بددُعا کیجئے، لیکن آپ ﷺ نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی تو یہ کی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

ترجمہ:- خدایا! میری قوم کو معاف فرما، یہ ابھی مجھے جانتے نہیں ہیں۔

قاضی عیاض، اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ”الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ“ میں ان دُعائیہ کلمات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”ان الفاظ سے رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کون سی خوبی ہے جو اجاگر نہیں ہوتی... عفوو درگزر، احسان، حسن اخلاق، اعلیٰ ظرفی اور صبر و برداشت سبھی کچھ تو ان دو بولوں میں سمٹ کر آ گیا ہے، ایسی سنگین صورت حال میں آپ کی صرف خاموشی اور یونہی درگزر معاف کر دینا بھی بہت تھا، لیکن آپ نے محض اتنے ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان پر شفقت و مہربانی کا معاملہ فرماتے ہوئے ان کی مغفرت و ہدایت کی درخواست اور ”میری قوم“ کہہ کر سفارش کی... صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان کی گستاخیوں اور زیادتیوں کو ”فانھم لا یعلمون“ کہہ کر ان کی لاعلمی اور جہالت پر محمول کیا۔

غورث بن حارث کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوتے میں تلوار سونت لینے کے باوجود معاف کر دینے، یہودی عورت کے اس اعتراف کے باوجود کہ اس نے آپ کو زہر دیا تھا، اسے معاف کر دینے، زید بن سعنہ جیسے سخت گیر انسان کی بدکلامی و بداخلاقی کے جواب میں

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال نرم خوئی، اور عفوودرگزر، مقام تنعیم پر گرفتار ۸۰ آدمیوں کو (جو آپ ﷺ پر قاتلانہ حملے کے ارادے سے گھات لگائے بیٹھے تھے) رہا کر دینا، عفوو درگزر کے اُن سیکڑوں واقعات میں سے چند ہیں جو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں قدم قدم پر ہر سو نظر آتے ہیں۔

صبر وضبط اور عفوودرگزر، اعلیٰ کردار کی علامت ہیں اور یہ خوبی صرف نصیبہ وروں ہی کو خدا کی طرف سے ملتی ہے:

وَمَا يُلَقَّاهُ إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ

○ ○ ○

Marfat.com

اعلیٰ ظرفی

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا إِسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآهُ قَالَ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ أَوْ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ. فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطَ إِلَيْهِ. فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ حِينَ رَأَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطْتَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ مَتَى عَهِدْتِنِي فَاحِشًا، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ. (صحیح بخاری)[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں ملنے کی اجازت چاہی، آپ نے اسے دیکھا (یا آواز سنی[2]) تو فرمایا: یہ اپنی قوم (یا قبیلے) کا بدترین آدمی ہے۔ جب (اسے اندر آنے کی اجازت ملی اور وہ آکر) بیٹھ گیا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ نہایت خوش دلی کے ساتھ پیش آئے، آپ کا چہرہ کھل پڑا اور آپ اس سے بے تکلف ہو گئے (اس کی آؤ بھگت وغیرہ ایسا لگتا تھا کہ آپ ﷺ [illegible]

[1] باب لم یکن النبیؐ فاحشا ولا متفاحشا

[2] اخرج عبد الغنی من طریق ابی عامر الخزاز عن ابی یزید المدنی عن عائشة فلما سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم صوته قال بئس اخو العشیرة [illegible]

Marfat.com

بڑی قدر و منزلت ہے[1]) جب وہ رخصت ہوا تو حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا: جب یہ شخص آیا تھا تو شروع میں آپ نے ایسا ایسا کہا، لیکن جب وہ اندر آ گیا تو آپ کا چہرہ اُسے دیکھ کر کھِل اُٹھا اور آپ اُس کے لیے بچھ سے گئے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہؓ! بھلا تم نے کبھی مجھے کسی سے بے ہودگی کے ساتھ پیش آتے ہوئے دیکھا ہے؟ جسے لوگ اس کے شر کی وجہ سے ڈر کر چھوڑ بیٹھیں وہ قیامت کے دن خدا کی نگاہ میں سب سے برا شخص ہوگا۔

گھر آئے مہمان کے ساتھ، خواہ وہ ''بدترین شخص'' ہی کیوں نہ ہو، حسنِ سلوک، خاطر مدارات اور اس درجہ بچھ جانا کہ اہلِ خانہ حیران و ششدر رہ جائیں، بڑے حوصلے اور دل گردے کا کام ہے، ورنہ کم ظرف اور گھٹیا درجے کا انسان عموماً ایسے موقع پر بڑے اوچھی اور ذلیل حرکتوں پر اُتر آتا ہے، اور اپنے مخالف کی توہین و تحقیر کرنے میں گراوٹ کی اس سطح پر آجاتا ہے جہاں ایمان تو کجا انسانیت بھی شرمانے لگتی ہے، حالانکہ ایک روایت میں ایمان کی تعریف سراپا صبر و برداشت اور فراخ دلی سے کی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: طِيْبُ الْكَلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ قَالَ: قُلْتُ مَا الْإِيْمَانُ؟ قَالَ: الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ قُلْتُ: أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ قُلْتُ: أَيُّ الْإِيْمَانِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْخُلُقُ الْحَسَنُ.[2]

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن عنبسہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور! اسلام کی تعریف کیا ہے؟ آپ

---

۱ أخرج النسائی، ثُمَّ دخل عَلَيْهِ فرأَيْتُهُ أَقْبَلَ عليهِ بوَجْهِهِ كَانَ لَهُ مَنزِلَةً.
۲ شعب الایمان للبیہقی، صفحہ ۲۴۲۔

Marfat.com

نے فرمایا: پاکیزہ کلام اور مہمان نوازی۔ وہ کہتے ہیں، میں نے پوچھا: اور ایمان کی تعریف؟ آپ نے فرمایا: صبر و برداشت اور فراخ دلی۔ میں نے پوچھا سب سے بہتر مسلمان کی پہچان؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ میں نے پوچھا: ایمان کی سب سے بہتر خوبی کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حسنِ اخلاق۔

امام بخاریؒ کی بیان کردہ مندرجہ بالا روایت میں آنے والے شخص کا نام مذکور نہیں ہے، البتہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس سلسلے کی جو تفصیلات فتح الباری میں درج کی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام عیینہ بن حصن فزاری تھا، جو ایک اکھڑ، بے وقوف اور بے ہودہ شخص تھا، لیکن اس کے باوجود اپنی قوم کا سردار اور قبیلے کا چودھری تھا، لوگ اس کے لیے گوش بر آواز رہتے تھے، چنانچہ آپ کے اس حسنِ اخلاق اور خاطر و مدارات کی ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اس کی قوم پر آپ کے خلقِ عظیم کا اثر ہو۔ اور ان کے دلوں میں اسلام کے تئیں کوئی نرم گوشہ پیدا ہو۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

قال ابنُ بطّال هو ابنُ عُيينة بن حصن بن حُذيفة بن بدر الفزاري وكان يُقال له الأحمق المطاع ورجا النبيُّ صلّى الله عليه وسلّم بإقباله عليه تألُّفه ليُسلم قومُه لأنّه كان رئيسهم وكذا فسّره به عياض ثمّ القرطبي والنّووي جازمين بذلك[1]

اس تشریح سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ اگر کوئی شخص کسی قبیلے، جماعت یا تنظیم کا سربراہ ہو اور بہت سے لوگ اس کے پیچھے چلتے ہوں، اس کی بات مانتے اور اسے اپنا بڑا تسلیم کرتے ہوں تو اس کے ساتھ حسنِ اخلاق اور خاطر مدارات کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے اس لیے کہ اس میں دینی تقاضے کے علاوہ یہ مصلحت بھی شامل ہے کہ اس طرز عمل سے،

---

[1] فتح الباری، جلد ۱۱، صفحہ ۵۴۳۔

Marfat.com

اُس سے وابستہ افراد قریب آسکتے ہیں یا کم از کم ان کے دلوں میں ہمدردی کا کوئی جذبہ پیدا ہوسکتا ہے۔

علامہ قسطلانیؒ نے ارشاد الساری میں اسی واقعہ کے ذیل میں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مذکورہ شخص (عیینہ بن حصن) منافق تھا، جو اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا لیکن درحقیقت اُس کے دل میں کفر چھپا ہوا تھا، آپ ﷺ نے ایک طرف اہلِ خانہ پر اُس کی اصل حقیقت ظاہر فرمائی تا کہ اُس کے بارے میں کوئی اشتباہ نہ رہے، دوسری طرف اس کے ساتھ ظاہری رکھ رکھاؤ میں انتہائی حسنِ اخلاق کا معاملہ فرمایا اور اس کے نفاق و انحراف کو اس کے منہ در منہ بیان کرنے سے اس لیے احتیاط فرمائی تا کہ آئندہ آپ کی اُمت ایسے بدترین افراد کے ساتھ بھی جن کا نفاق و دینی انحراف خدانخواستہ دو اور دو چار کی طرح معلوم ہو، آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حسنِ اخلاق اور اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیں، اور کسی قسم کی بدخلقی اور بے ہودگی سے اپنے آپ کو بچائیں ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

وَكَانَ يُظْهِرُ الْاِسْلَامَ وَيُخْفِي الْكُفْرَ فَأَرَادَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَيِّنَ حَالَهُ وَرَجَا بِذٰلِكَ تَأْلِيفَهُ قَوْمَهُ، لِأَنَّهُ كَانَ رَئِيْسَهُمْ وَلَمْ يُوَاجِهْهُ بِذٰلِكَ لِتَقْتَدِي أُمَّتُهُ بِهِ فِيْ اِتِّقَاءِ شَرِّ مَنْ هُوَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ لِيَسْلَمَ مِنْ شَرِّهِ[1]

کسی شخص سے اختلاف اور اس کے افکار و خیالات پر شدومد کے ساتھ انکار کرنے کے باوجود اس کے ساتھ حسنِ سلوک، اور مہمان کی حیثیت سے گھر آئے تو اس کی خاطر مدارات صرف اعلیٰ ظرفی ہی نہیں، خدا کی نگاہ میں بہت بڑی نیکی ہے۔[2] سلفِ صالحین اس راز کو پا

---

[1] ارشاد الساری، جلد ۹، صفحہ ۳۱۔

[2] مُداراةُ النّاس صدقة. عَنْ جابرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيّ وَالطَّبْرانِيُّ فِي الْاَوْسَط ۔ فتح الباری، جلد ۱۱، صفحہ ۵۲۸۔

Marfat.com

چکے تھے اور اس پر نہایت سختی کے ساتھ عمل پیرا تھے جس کے نتیجے میں ہر جگہ کامیابی نے ان کے قدم چومے اور دوست و دشمن ہر ایک کی نگاہ میں وہ معیاری انسان کہلائے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جیسے فقیر منش صحابی کے یہ الفاظ موجود ہیں:

إنّا لنكشر في وُجوه أقوام وإنّ قلوبنا لتلعنهم۔[1]

کچھ لوگوں پر ہمارا دل نفریں بھیجتا ہے لیکن (دینی و دنیوی مصلحتوں کے پیش نظر) ان سے ہنس مکھ بن کر رہنا پڑتا ہے۔

○ ○ ○

---

[1] صحیح بخاری۔ باب المداراۃ مع الناس

نام کے اثرات

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَاءِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَاءِكُمْ فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ۔

(ابوداؤد، باب فی تغییر الاسماء)

ترجمہ:- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قیامت کے دن، تمہارا نام تمہاری ولدیت کے ساتھ پکارا جائے گا، لہٰذا اپنے (بچوں، عزیزوں اور خدمت گاروں کے[1]) اچھے نام رکھو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معقول و مناسب نام رکھنے پر بہ طورِ خاص توجہ فرمائی اور ہر ایسے نام کو جس میں کوئی نہ کوئی خراب پہلو نکلتا تھا از خود بدل ڈالا یا بدلنے کی ترغیب دی۔[2] چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضاعی بہن حضرت برہ بنت ابی سلمہؓ کا نام تبدیل فرما کر زینب کر دیا[3]۔ اس لئے کہ برہ (بھلی، نیک) میں خودستائی کا شائبہ موجود ہے۔[4] جبکہ زینب کا مفہوم ہے: زین اَب (زینتِ پدر)، ایک

---

۱ بذل المجہود۔

۲ عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغير الاسم القبيح۔ (ترمذی)

۳ برہ نام کی اور بھی چند خواتین تھیں، جن کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرمائے، چنانچہ حضرت میمونہؓ اور حضرت زینب بنت جحش دونوں کا یہی نام تھا۔ (بذل المجہود بحوالہ تاریخ الخمیس)

۴ لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ ۔ (بذل المجہود)

Marfat.com

معنی خوش منظر اور خوشبو کے بھی ہیں۔[۱]

اسی طرح آپ نے ایک صحابی اَصرم کا نام تبدیل فرما کر زرعہ تجویز فرمایا تھا۔[۲] اس لئے کہ اس کے معنی کن کٹے کے ہیں، جبکہ ''زرعہ'' میں افزائش کا مفہوم ہے۔ ایک صحابیہ حضرت عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا تھا۔[۳] اس لئے کہ لفظ عاصیہ سے ذہن عصیان و نافرمانی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اس موقع پر صاحبِ بذل المجہود حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ''الکوکب الدری'' کے حوالے سے لکھا ہے:

وَاسْتُنْبِطَ بِذٰلِکَ فِی الْکَوْکَبِ الدُّرِیِّ، عَلٰی أَنَّهُ لَا یَجُوْزُ مَا شَاعَ فِیْ زَمَانِنَا مِنْ کِتَابَةِ الْآثِمِ وَالْمُذْنِبِ وَالْعَاصِی، وَمَا یَخْطُرُ فِی الْبَالِ، کَمَا عَلَّقْتُهُ فِیْ هَامِشِه.

ترجمہ: الکوکب الدری میں اس روایت پر غور وفکر کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانے میں خطوط وغیرہ تحریر کرتے وقت اپنے آپ کو ''گناہ گار''، ''خطاوار'' یا ''عاصی'' جیسے الفاظ لکھنے کا جو رواج چل پڑا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔[۴]

سننِ ابوداؤد میں نام بدلنے کی چند روایات ذکر کرنے کے بعد صاحبِ کتاب نے یہ معلومات افزا تحریر درج کی ہے:

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: وَغَیَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْمَ الْعَاصِی وَعَزِیْزٍ وَشَیْطَانٍ وَالْحَکَمِ وَغُرَابٍ وَحُبَابٍ. فَسَمَّی شِهَابًا هِشَامًا وَسَمَّی حَرْبًا سِلْمًا وَسَمَّی الْمُضْطَجِعَ الْمُنْبَعِثَ وَأَرْضًا تُسَمّٰی عَفِرَةَ سَمَّاهَا خَضِرَةَ

---

۱ زین اب: زینة الوالد۔ (بذل المجہود)۔ ۲ ابوداؤد۔

۳ مسلم، ابوداؤد، ترمذی۔

۴ حضرت مولانا زکریا نے اس سلسلے میں بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اگر اس طرح کے نام کسی کا لقب بن کر رہ جائیں تب تو یقیناً غلط ہے، لیکن اگر کوئی تواضع وانکساری کے طور پر اپنے لئے ''خطاوار''، ''گناہ گار'' یا ''عاصی'' جیسے الفاظ استعمال کرے تو درست ہے۔ (حاشیہ کوکب دری، جلد ۳، صفحہ ۲۲۴)

Marfat.com

وَشَعْبَ الضَّلَالَةِ سَمَّاهُ شَعْبَ الْهُدٰى وَبَنِي الزِّنْيَةِ سَمَّاهُمْ بَنِي الرُّشْدَةِ وَسَمّٰى بَنِيْ مُغْوِيَةَ بَنِيْ رُشْدَةَ.

ترجمہ:- مولف ابوداؤد کا کہنا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصی (گناہ گار)، عزیز (خدا)، عتلہ (سخت)، شیطان، حکم (حاکم)، غراب (کوا)، حباب (سانپ) جیسے ناموں کو اچھے ناموں سے بدل دیا، آپ ﷺ نے شہاب (شعلہ) کو ہشام (سخاوت)، حرب (جنگ) کو سلم (صلح)، مضطجع (لیٹنے والے) کو منبعث (اُٹھنے والے[1]) ایک ایسی زمین جسے عفرہ (بنجر) کہا جاتا تھا، خضرہ (تروتازہ) اور ایک گھاٹی کو جسے لوگ اندھیری گھاٹی کہتے تھے، روشن گھاٹی کے نام سے موسوم فرمایا، دو خاندان، جن میں سے ایک زنا کی طرف منسوب ہو کر بنو زنیہ کہلاتا تھا اور سماج میں باعثِ ننگ و عار تھا، اس کے لئے بنو رشدہ، اور دوسرا جو بنو مغویہ (بہکانے والی کی اولاد) کے نام سے پکارا جاتا تھا اس کے لئے بنو رشدہ (ہدایت یافتہ کے بیٹے) تجویز فرمایا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ نے اپنے نوزائیدہ بچے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا، آپ ﷺ نے پوچھا، نام کیا ہے؟ اُنھوں نے کوئی نام بتایا۔ آپ نے فرمایا، نہیں! منذر نام رکھو، اور اُنھوں نے اُسی وقت نام بدل کر منذر رکھ دیا۔[2]

ایک صحابی حضرت ابووہب جشمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ وَأَقْبَحُهَا

---

[1] مُضطَجع (لیٹنے والے) کی جگہ مُنبَعِث (اُٹھنے والے) میں نیک فالی ہے۔ یہی بات لفظ قافلہ میں ہے حالانکہ اس کے معنی واپس آنے والے کے ہیں، لیکن جاتے وقت ہی، بطور نیک فال قافلے کا لفظ بولا جاتا ہے۔ (مؤلف)

[2] بخاری و مسلم۔

Marfat.com

حَرْبٌ وَمُرَّۃٌ. (بذل المجہود)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر اپنے بچوں کا نام رکھو، اللہ کو عبداللہ اور عبدالرحمن جیسے نام بہت پسند ہیں، اور حارث و ہمام جیسے نام بالکل برحق ہیں، جو نام خدا کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہیں اُن میں سرفہرست حرب (جنگ) ومرہ (کڑوا) ہیں۔"[۱]

تاریخ وسیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دیرینہ خواہش تھی کہ وہ اپنے کسی بچے کا نام حرب (جنگ) رکھیں، چنانچہ جب اُن کے بڑے فرزندِ ارجمند پیدا ہوئے تو اُنہوں نے یہی نام (حرب) رکھا، آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا، نہیں! یہ "حسن" ہے۔ دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے تو اُنہوں نے پھر وہی نام (حرب) تجویز کیا، لیکن اس بار بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نواسے کا نام حرب سے بدل کر "حسین" کر دیا۔ اور جب تیسرے صاحبزادے رونق جہاں آرا ہوئے تو اُنہوں نے وہی حرب نام رکھنا چاہا تو آپ ﷺ نے پھر یہ نام مسترد فرما کر "محسن" رکھ دیا۔

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ، مشہور صحابی ہیں، زمانۂ جاہلیت میں اُنہیں "ابوالحکم" کے نام سے پکارا جاتا تھا، ایک وفد میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ آپ نے یہ کنیت سنی تو پوچھا: حکم تو اللہ کو کہتے ہیں، آخر تمہاری یہ کنیت (ابوالحکم) کیوں ہے؟ کہنے لگے: حضور! قبیلے اور علاقے کے لوگ اپنے مقدمات میرے پاس لے کر آتے ہیں اور میں اُن کے درمیان ایسا فیصلہ کر دیتا ہوں جس پر دونوں راضی ہو جاتے ہیں۔ آپ نے یہ توجیہ سنی تو ارشاد فرمایا: خوب، اور پوچھا: تمہارے بچے ہیں؟ کہنے لگے، ہاں، شریح، مسلم، عبداللہ تین لڑکے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا، بڑے بیٹے کا کیا نام ہے؟ بولے: شریح۔ آپ نے

---

[۱] لما في الحرب من المكاره وفي مرة من المرارة والشناعة وكان صلى الله عليه وسلم يحب الفال الحسن والاسم الحسن (بذل المجہود)

Marfat.com

نے فرمایا: آج سے تمہاری کنیت ابوالحکم کے بجائے ابوشریح ہے۔

حضرت حزن ؓ، اشرافِ مکہ میں ایک مہاجر صحابی ہیں، آپ نے اُنہیں سہل نام رکھنے کا مشورہ دیا[۱]، کہنے لگے: حضور! یہ نام تو میرے باپ کا رکھا ہوا ہے، اسے بدلنے کے لئے میں تیار نہیں اور آخر نہیں بدلا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی کئی نسلوں تک سختی اور اکھڑ پن رہا۔ جس پر اُن کی اولاد افسوس کیا کرتی تھی۔

یہ سچ ہے کہ نام کا انسانی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اچھے ناموں کے اچھے اور برے ناموں کے برے اثرات پڑنا ایک ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔[۲] بہت سے لوگ اپنے بچوں اور بچیوں کے نام بے سوچے سمجھے رکھ دیتے ہیں۔ جبکہ شریعت نے بچے کی پیدائش اور نام رکھنے کی تقریبِ سعید (عقیقہ) میں ایک ہفتہ کا وقت دے کر اس معاملے کو پورے غور و فکر اور سنجیدگی کے ساتھ طے کرنے کی دعوت دی ہے۔

○ ○ ○

---

۱ حزن کا مفہوم ہے: سخت، اکھڑ۔

۲ فَاِنَّ لِلْاَسَامِیْ تَاْثِیْراً فِی الْمُسَمَّیَاتِ۔ (الکوکب الدری)

Marfat.com

مرتبے کا پاس و لحاظ

مکتوباتِ نبویؐ کی روشنی میں

ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى هِرَقْلَ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ...

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد)[1]

وَكَتَبَ إِلَى كِسْرَى: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى كِسْرَى عَظِيْمِ فَارِسَ[2] وَكَتَبَ إِلَى الْمُقَوْقِسِ مَلِكِ مِصْرَ وَالْإِسْكَنْدَرِيَّةِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَى الْمُقَوْقِسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ.[3]

وَكَتَبَ إِلَى النَّجَاشِي: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى النَّجَاشِي عَظِيْمِ الْحَبَشَةِ.[4]

صحیحین (بخاری و مسلم) کی متعدد روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ہرقل کے نام بھیجے گئے مکتوبِ نبوی میں سرنامہ پر یہ عبارت درج تھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے ملک معظم ہرقل کے نام۔

---

۱ جلد ۳، صفحہ ۶۸۸۔ ۲ ایضاً۔

۳ ایضاً، صفحہ ۶۹۱۔ ۴ ایضاً، صفحہ ۶۱۱۔

Marfat.com

کسریٰ کے نام روانہ کیے گئے خط کا آغاز اس طرح کیا گیا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے فارس کے ملکِ معظم کسریٰ کے نام۔

مقوقس کو لکھے گئے خط کی ابتداء ان الفاظ سے کی گئی تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد رسول اللہ[1] کی طرف سے قبط (مصر واسکندریہ) کے ملکِ معظم کے نام۔

اور نجاشی کے خط میں سرنامہ پر یہ عبارت درج تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے حبشہ کے ملکِ معظم کے نام

صلح حدیبیہ (ذی قعدہ ۶ ہجری مطابق ۶۲۸ء) سے واپسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجازِ عرب سے ملی ہوئی سرحدوں کے فرماں رواؤں، نوابوں اور قبائلی سرداروں کے نام متعدد دعوتی خطوط ارسال فرمائے تھے جن کا تفصیلی تذکرہ حدیث، تاریخ اور سیَر کی کتابوں میں موجود ہے۔[2]

حافظ ابنِ کثیرؒ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف البدایہ والنہایہ میں رقم طراز ہیں:

وَقَدْ رَوَى مُسْلِمٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ قَبْلَ مَوْتِهِ إِلَىٰ كِسْرَىٰ وَقَيْصَرَ وَإِلَى النَّجَاشِي وَإِلَىٰ كُلِّ جَبَّارٍ يَدْعُوْهُمْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.[3]

ترجمہ:۔ امام مسلمؒ نے حضرت انس بن مالک ؓ کے حوالے سے یہ بیان

---

[1] مکاتیبِ نبویؐ کے ترجموں میں یکسانیت قائم رکھنے کے لئے من محمد عبداللہ و رسولہ کا ترجمہ محمد رسول اللہ کیا گیا۔ (مؤلف)

[2] تفصیلات کے لئے طبقات ابن سعد، زاد المعاد لابن قیم الجوزیہ، تاریخ طبری، البدایۃ والنہایۃ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ (مؤلف)

[3] البدایۃ والنہایہ لابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۲۶۲۔

Marfat.com

کیا ہے کہ نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی وفات سے پہلے کسریٰ، قیصر اور نجاشی بلکہ اپنے وقت کے تقریباً تمام (چھوٹے بڑے قریبی) حکمرانوں کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے تھے۔

یہ دعوتی خطوط، سب سے پہلے یکم محرم الحرام ۷ ہجری مطابق ۱۱ مئی ۶۲۸ء بدھ کے دن لکھوائے گئے، جو تعداد میں چھ تھے اور اُسی دن چھ ایسے ذمہ دار افراد کے ہاتھوں، جن میں سے ہر ایک کو متعلقہ ملک کی زبان، تہذیب اور طور طریقوں سے بخوبی واقفیت تھی، روانہ کر دیئے گئے، ان میں سے چار خطوط اُس وقت کی اہم ترین طاقتور حکومتوں کے فرماں رواؤں کے نام تھے اور قدرت کی ادنیٰ کرشمہ سازی ہے کہ وہ نامہ ہائے مبارک، زمانے کی دست و برد سے محفوظ رہ کر آج بھی چشمِ بینا کے لئے سرمۂ بصیرت بنے ہوئے ہیں۔[1]

مکاتیبِ نبویؐ میں ایک بات نمایاں طور پر یہ سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ نے سرنامہ پر مخاطب کے عقائد و افکار سے اختلاف کرنے کے باوجود، اس کی حیثیتِ عرفی اور رتبے کا پورا پاس و لحاظ فرمایا ہے۔

سید محمد عبدالحیٔ الکتانی، اپنی تصنیف نظام الحکومۃ النبویۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

فَاِنْ کَانَ الْمَکْتُوْبُ اِلَیْهِ مَلِکًا، کَتَبَ بَعْدَ ذِکْرِ اِسْمِهٖ عَظِیْمَ الْقَوْمِ الْفُلَانِیِّیْن وَرُبَّمَا کَتَبَ مَلِکَ الْقَوْمِ الْفُلَانِیِّیْن وَرُبَّمَا کَتَبَ صَاحِبَ مَمْلَکَةِ کَذَا۔[2]

اگر مکتوب الیہ کوئی بادشاہ ہوتا تو آپ اپنے گرامی نامہ میں، اُس کے نام کے بعد فلاں قوم کے "ملکِ معظم"، فرماں روا یا سریر آرائے مملکت جیسے الفاظ لکھواتے۔

ہرقل، کسریٰ، مقوقس اور نجاشی کے نام لکھے گئے جو مکاتیب دریافت ہوئے ہیں اُن میں سے بالترتیب ہر ایک کے نام کے ساتھ عظیم الروم، عظیم فارس، عظیم القبط اور عظیم

---

[1] تفصیلات کے لئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ کا مطالعہ کریں۔

[2] نظام الحکومۃ النبویۃ، حصہ ا، صفحہ ۱۵۹۔

Marfat.com

حبشہ[۱] کے القاب ثبت ہیں۔

عظیم بمعنی: ملکِ معظّم

لفظِ عظیم کے مفہوم اور اُس کے استعمال پر غور کریں تو مندرجہ ذیل تفصیلات سامنے آتی ہیں علامہ مرتضٰی زبیدیؒ، تاج العروس میں لکھتے ہیں:

وَمِمَّا يُسْتَدْرَكُ عَلَيْهِ، اَلْعَظِيْمُ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَهُوَ الْكَبِيْرُ وَهُمَا مُتَرَادِفَانِ، وَقَالَ الْفَخْرُ الرَّازِي: اَلْكَبِيْرُ، كَبُرَ فِيْ ذَاتِهِ وَالْعَظِيْمُ مَا يَسْتَعْظِمُهُ غَيْرُهُ، فَلِذَا كَثُرَ وَصْفُ اللّٰهِ بِالْكَبِيْرِ لاَ الْعَظِيْمِ۔[۲]

ترجمہ:- لفظِ عظیم اللہ کے صفاتی ناموں میں شامل ہے، جس کے معنی بڑے کے ہیں اور یہ دونوں لفظ (عظیم و کبیر) ہم معنی ہیں، امام فخر الدین رازیؒ کا کہنا ہے کہ کبیر کا مفہوم ہے کہ بذاتِ خود بڑا ہو جبکہ عظیم کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے بڑا سمجھتے ہوں، یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اللہ کے صفاتی ناموں میں زیادہ تر عظیم کے بجائے کبیر کا لفظ آیا ہے۔

لسان العرب میں اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے یہ وضاحت کی گئی ہے:

مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَلْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَيُسَبِّحُ الْعَبْدُ رَبَّهُ فَيَقُوْلُ: سُبْحَانَ

۱۔ شاہ حبشہ نجاشی کے نام لکھے گئے مکتوبِ نبوی میں عموماً ملک حبشہ کا لفظ ملتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحبؒ نے مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ میں دریافت شدہ اس گرامی نامہ کا جو عکس شائع کیا ہے اُس میں عظیم حبشہ کا لفظ ہے، اس طرح ہماری بات میں اور وزن پیدا ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے اُس وقت کے تمام بادشاہوں کے لئے خطاب کے طور پر یہی لفظ عظیم کا استعمال کیا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحبؒ نے اپنی تصنیف رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی، صفحہ ۱۴۲، پر لکھا ہے کہ طبری کے برخلاف سیرتِ حلبیہ میں جو متن: "اِلَی النَّجَاشِي عَظِيْمِ الْحَبَشَةِ" ہے وہ ہو بہو یکساں معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ تاج العروس، صفحہ ۴۰۲۔

Marfat.com

رَبِّیَ الْعَظِیْمِ... اَلْعَظِیْمُ: اَلَّذِیْ جَاوَزَ قَدْرُہٗ وَجَلَّ عَنْ حُدُوْدِ الْعَقْلِ حَتّٰی لَا تُتَصَوَّرَ الْاِحَاطَۃُ بِکُنْہِہٖ وَحَقِیْقَتِہٖ[1]

ترجمہ:۔ عظیم خدا کا صفاتی نام ہے، دیکھئے بارگاہِ قدس میں بندہ اپنی جبینِ نیاز جھکا کر کس طرح عرض گزار ہوتا ہے: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ۔

عظیم کا مفہوم ہے: جس کی قدر و منزلت اور جلالتِ شان عقل و فہم سے بالاتر اور اس کی حقیقت و گہرائی کا احاطہ تصور سے ماوراء ہو۔

صاحبِ دائرۃ المعارف الاسلامیہ نے عظیم کے معنی پہنچ سے باہر بتائے ہیں، امام غزالی کے حوالے سے یہ مفہوم بتایا ہے: انسان کی سمجھ سے بالاتر۔[2]

اُس دور کے فرماں رواؤں کے لئے آپ ﷺ کی طرف سے اس لفظ کا استعمال بہ ظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے غالباً بعض صحابہ کو بھی ان سلاطین کے لئے لفظ عظیم کے استعمال پر حیرت ہوئی تھی لیکن ذرا غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس طرح کے الفاظ بادشاہوں کے نام کے ساتھ عرصہ دراز سے ایک لازمہ کی حیثیت رکھتے تھے اور ان شاہی آداب کی رعایت کئے بغیر ان فرماں رواؤں کے لئے کسی خط کا پڑھنا تو درکنار، اس کو لائقِ اعتنا سمجھنا بھی مشکل تھا، چنانچہ آپ کی دوربین نظروں نے اسے محسوس کیا اور پھر ایک سنجیدہ اور حقیقت پسند انسان کی طرح مخاطب کی حیثیتِ عرفی اور اس کے رتبے کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے مروجہ ضابطے کی پابندی کی۔

یہی نہیں بلکہ شاہی دستور کے مطابق ایک قیمتی مہر بھی بنوائی گئی، اس کے بغیر کسی خط کا شاہی محلات سے گزر بھی مشکل تھا۔ سیرت حلبیہ کے مولف نے لکھا ہے:

ولمّا اراد صلی اللہ علیہ وسلم اَن یکتب للملوک قیل لہ: یا رسول اللہ

---

[1] لسان العرب لابن منظور۔ جلد ۱۲، صفحہ ۴۰۹۔

[2] دائرۃ المعارف الاسلامیہ۔

Marfat.com

إِنَّهُمْ لاَ يَقْرَءُوْنَ كِتَابًا إِلَّا إِذَا كَانَ مَخْتُوْمًا...[۱]

ترجمہ:- آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بادشاہوں کے نام خطوط بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو بعض حضرات نے توجہ دلاتے ہوئے عرض کیا: حضور! یہ فرماں روا صرف اُن ہی خطوط کو پڑھتے ہیں جو مہر بند ہوں۔

محدث زرقانیؒ نے اس سلسلے کی بعض تفصیلات بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ

''آپ ﷺ نے اس مقصد کے لئے ایک لوہے کی انگوٹھی نما مہر بنوائی، جس پر چاندی کا کام تھا اور نگ خاص طور پر حبشہ سے منگوایا گیا تھا جس پر محمد رسول اللہ کے الفاظ تین سطروں میں اس طرح کندہ تھے۔[۲]

اللہ
رسول
محمد

غرض فرماں رواؤں کو اعزاز و اکرام کے ساتھ خطاب کرنا اُس دور کے آداب و مراسم میں شامل تھا اور عرب اس سے بخوبی واقف تھے، بلکہ اُن کے یہاں عظیم اور عظماء بولتے ہی ذہن کسی بادشاہ، شہزادے یا اربابِ اقتدار ہی کی طرف منتقل ہوتا تھا۔

□ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ رُمِيَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ لِمِثْلِ هٰذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ؟ قَالُوْا: كُنَّا نَقُوْلُ يَمُوْتُ عَظِيْمٌ أَوْ يُوْلَدُ عَظِيْمٌ.[۳]

---

۱ اَلسِّيْرَةُ الْحَلَبِيَّةُ، جلد۳، صفحہ۲۸۱۔ اَلْمُنْتَظَمُ فِيْ تَارِيْخِ الْمُلُوْكِ وَالْاُمَمِ لِابْنِ جَوْزِي، جلد۳، صفحہ۲۷۔

۲ اَلْمَوَاهِبُ لِلزَّرْقَانِي، جلد۵، صفحہ۶، اَلسِّيْرَةُ الْحَلَبِيَّةُ، جلد۳، صفحہ۲۸۱۔

۳ ترمذی، کتاب التفسیر۔ سورۂ سبا۔

Marfat.com

ایک تارہ ٹوٹنے کے وقت، حضور کے استفسار پر صحابہؓ نے بتایا کہ ہم زمانۂ جاہلیت میں ایسے مواقع پر یہ کہا کرتے تھے کہ یا تو کوئی بادشاہ دنیا سے گیا ہے یا کوئی شہزادہ پیدا ہوا ہے جو اس طرح کا واقعہ ظہور میں آیا۔ (ملخصاً)

□ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا بِالْمَدِيْنَةِ فَصَرَعَهُ عَلٰى جِذْمِ نَخْلَةٍ فَانْفَكَّتْ قَدَمُهُ فَأَتَيْنَاهُ نَعُوْدُ، فَوَجَدْنَاهُ فِیْ مَشْرُبَةٍ لِعَائِشَةَ يُسَبِّحُ جَالِسًا، قَالَ فَقُمْنَا خَلْفَهُ، فَسَكَتَ عَنَّا، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرٰى نَعُوْدُهُ، فَصَلَّى الْمَكْتُوْبَةَ جَالِسًا فَقُمْنَا خَلْفَهُ فَأَشَارَ إِلَيْنَا فَقَعَدْنَا، قَالَ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا وَإِذَا صَلَّى الْإِمَامُ قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَلَا تَفْعَلُوْا كَمَا يَفْعَلُ أَهْلُ فَارِسٍ بِعُظَمَاءِهَا۔[۱]

ترجمہ:۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر میں موچ آ گئی، صحابہؓ آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے، دیکھا آپ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں مصروف تھے، یہ آپ کے پیچھے نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے، اس دفعہ تو آپ چپ لگا گئے، لیکن جب دوسری دفعہ ایسا ہوا تو آپ ﷺ نے واضح لفظوں میں منع کیا اور فرمایا: جس طرح اہلِ فارس اپنے بادشاہوں کی تعظیم و تکریم میں کھڑے رہتے ہیں، تم ایسی روش نہ اپناؤ۔ (ملخصاً)

غالباً لفظِ عظیم کا وہی مفہوم ہے جو آج کل بادشاہوں اور فرماں رواؤں کے لئے ملک معظم (His Majisty) کا ہے۔[۲]

محدث زرقانیؒ المواهب اللدنيه میں فرماتے ہیں:

إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ أَیِ الْمُعَظَّمِ عِنْدَهُمْ۔[۳]

---

۱ ابوداؤد، كتابُ الصَّلوة، بابُ الامام يُصَلّى مِنْ قُعُوْدٍ

۲ المورد لمنير بعلبكی صفحہ۵۵۲، The Standard English-Urdu Dictionary صفحہ ۶۸۶۔

۳ المواهب اللدنية للزرقانی، جلد۵، صفحہ ۶۔

Marfat.com

ابنِ حجر عسقلانیؒ بھی یہی معنی بیان کرتے ہیں:

وَالْمُرَادُ مَنْ تُعَظِّمُهُ الرُّوْمُ وَتُقَدِّمُهُ لِلرِّيَاسَةِ عَلَيْهَا۔[1]

Macmillan Contemporary Dictionary کے مطابق، (Majesty) لاطینی زبان کا لفظ ہے اور اس کی اصل Majestas ہے جس کے معنی Dignity (عظمت[2]) کے ہیں۔[3] Collins English Dictionary میں یہ بتاتے ہوئے کہ Majesty لاطینی لفظ Majestas سے بنا ہے، صاف طور پر وضاحت کی گئی ہے کہ یہ Magnus-great (عظیم) کا متبادل ہے۔[4]

The World book Encyclopeadia میں اس سلسلے کی خاصی معلومات مذکور ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ His Majesty اس دور کے فرماں رواؤں کے لئے مخصوص تھا، اور اس کے بغیر بادشاہِ وقت کو خطاب کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا[5] اور عربی میں اس مفہوم کی مکمل ترجمانی عظیم کے علاوہ کسی دوسرے لفظ سے نہیں ہو سکتی۔

ان تفصیلات کی موجودگی میں شیخ زورقؒ یا خفاجیؒ جیسے مسلمہ اہلِ علم کا یہ کہنا بہ ظاہر سمجھ میں نہیں آتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل وغیرہ کے لئے مَلِک کے بجائے عظیم کی تعبیر اس لئے اختیار کی کہ وہ مسلمان نہیں تھے اور یہ کہ مَلِک کا لفظ غیر مسلم کے لئے نہیں بولا جاسکتا[6]، اس لئے کہ کتاب و سنت میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں غیر مسلموں کے لئے ملک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً:

۱۔ فتح الباری لابن حجر عسقلانی، جلد ۸، صفحہ ۲۲۰۔

۲۔ The Standard English-Urdu Dictionary، صفحہ ۲۹۷۔

۳۔ The Standard English-Urdu Dictionary، صفحہ ۶۱۵۔

۴۔ Collins English Dictionary، صفحہ ۹۲۹۔

۵۔ The World Book Encyclopeadia، جلد ۱۱، صفحہ ۳۲-۴۷۔

۶۔ نظام الحکومۃ النبویۃ للسید محمد عبدالحی الکتانی، جلد ۱، صفحہ ۱۶۲۔

Marfat.com

□ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ.. (سورۃ البقرہ ۲۵۸)

آیت میں نمرود کا تذکرہ ہے، امام قرطبیؒ نے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

هٰذِهِ الْآيَةُ تَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ تَسْمِيَةِ الْكَافِرِ مَلِكًا إِذَا آتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْعِزَّ وَالرِّفْعَةَ فِي الدُّنْيَا۔[1]

آیتِ بالا سے معلوم ہوا کہ کسی کافر کو خدا دنیاوی حکومت اور عزت و رفعت سے نوازے تو اُسے مَلِکْ و بادشاہ کہنا جائز ہے۔

□ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ... (سورۃ یوسف ۴۳)

□ وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا... (سورۃ کہف ۷۹)

□ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ... (سورۃ نمل ۲۳)

متذکرہ بالا آیات میں ہر جگہ مَلِکْ سے غیر مسلم مراد ہے، اس لئے یہ کہنا کہ عظیم کا لفظ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے اختیار کیا گیا بظاہر درست نہیں معلوم ہوتا، بلکہ تمام تر شواہد و قرائن یہی بتاتے ہیں کہ اُس وقت فرماں رواؤں اور بادشاہوں کے لئے یہ خطاب مخصوص تھا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خطوط لکھتے وقت ان کے عقائد و افکار سے قطع نظر، اُن کے دنیوی مرتبے کا پاس و لحاظ فرماتے ہوئے مروجہ القاب کی پوری رعایت کی اور ان کے ظاہری اعزاز و اکرام میں ذرا کمی نہ آنے دی۔ لیکن اس کے ساتھ آپ ﷺ نے عظمتِ اسلام اور اپنی عزتِ نفس کے تحفظ کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ چنانچہ عظیم کا انتساب روم و فارس اور قبط و حبشہ کی طرف فرما کر غالباً یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی کہ یہ صاحب جاہ و جلال ہوں گے تو اپنے ملک اور عوام کے لئے، ہم ان کی شان و شوکت اور رعب داب سے نہ متاثر ہیں نہ مرعوب، ہمارے نزدیک تو وہ صرف ایک بندۂ خدا کی حیثیت رکھتے ہیں اور بس۔ دیکھا جائے تو یہ ایک لفظ سیاسی امور میں آپ ﷺ کی کمال بصیرت اور بالغ نظری کا جیتا جاگتا ثبوت ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے کشادہ دل اور عالی ظرف ہونے کی واضح دلیل اور حقیقت پسند اور غیر جذباتی ہونے کی روشن مثال بھی ہے۔[66]

---

[1] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جلد ۳ صفحہ ۲۹۲۔

Marfat.com

معراجِ نبویؐ اور فکر و عمل کے چند گوشے

''اسراء'' و ''معراج'' کی عظمت و رفعت اور صاحبِ بُراق کی مکاں ولامکاں سے ماوراء، قابَ قوسَینِ بلکہ اس سے بھی نزدیک تر رسائی اپنی جگہ... اس مبارک سفر کی تفصیلات اور واقعہ کے ایک ایک جز کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کی اہمیت نا قابلِ انکار، لیکن وقت اور کاغذ کی تنگ دامنی کو کیا کہیے، زبانِ قلم چند گوشوں تک ہی سمٹ کر رہ جانے پر مجبور ہے۔

□ سفرِ معراج دو مرحلوں میں طے ہوا، پہلا حرمِ مکہ سے مسجدِ اقصیٰ تک، جسے اصطلاح میں ''اسراء'' کہا جاتا ہے اور دوسرا وہاں سے ملاءِ اعلیٰ تک جسے ''معراج'' کہتے ہیں، یہ سفر دو قسطوں کے بجائے سیدھا فرش سے عرش تک بھی ہو سکتا تھا، لیکن اس صورت میں سوائے کلمہ گو حضرات کے ایمان و یقین میں اضافے اور قلب و روح کی تسکین کے دوسروں کے لئے کوئی سامانِ بصیرت نہ ہوتا اور نہ ہی ایک راہیِ حق کے اطمینان کے لئے اس ٹھوس مادی دنیا کی کوئی ایسی نظیر موجود ہوتی جسے عالمِ بالا کی سیر کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

لیکن جب آپ نے سفر کے پہلے مرحلے، مسجدِ اقصیٰ تک کی روداد لوگوں کو سنائی اور مخالف خیمے تک یہ آواز پہنچی کہ آپ ﷺ کا یہ دعویٰ ہے کہ راتوں رات بلدِ حرام سے ملکِ شام ہو کر آ گئے ہیں تو اگرچہ آپ کے اس اعلان پر مکہ کی سرزمین زیر و زبر ہو کر رہ گئی، ایسا لگتا تھا کوئی زبردست بھونچال آ گیا ہو، ہر شخص حیرت زدہ تھا، جتنے منہ اتنی باتیں، آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ قطعی ناممکن ہے، بھلا دو مہینے کا سفر کہیں ایک رات میں طے ہو سکتا ہے! یہ سراسر

Marfat.com

جھوٹ ہے!! ابوجہل و ابولہب کے ذرائع ابلاغ (Media) نے اس خبر کو خوب گرم کر رکھا تھا، جس سے متأثر ہو کر کچھ کمزور مسلمان ڈگمگا رہے تھے، تو کچھ نام نہاد اسلام سے پھر چکے تھے۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زِچ کرنے کے لئے طے پایا: "اَلْقُدُس" ہمارا دیکھا بھالا ہے، اور محمد کا وہاں کبھی گزر نہیں ہوا ہے، آؤ مل کر مسجدِ اقصیٰ کا حدودِ اربعہ معلوم کریں، تعمیر کا نقشہ اور اُس کی تفصیلات پوچھیں... اگرچہ عدل و انصاف کی نگاہ میں ایک ایسے شخص سے جہاں وہ رات کو گیا ہو اور چند لمحے ٹھہرا ہو، اس طرح کی جزئیات کرید کرید کر معلوم کرنا کھلی زیادتی تھی، لیکن مکہ کی اکثریت اس ظلم کو روا سمجھتی تھی، بلکہ یہ اس کے نزدیک عین عدل و انصاف تھا، انسانیت، شرافت اور معقولیت کو لہولہان کرنے پر بھی وہ اپنے آپ کو عدل و انصاف کا علم بردار کہنے پر مصر تھے... بارہا چشمِ فلک نے اقتدار و طاقت کے نشے میں چور، خوفِ خدا سے محروم حکمرانوں کو یہی سب کرتے دیکھا ہے۔

بہ ظاہر مخالف کے پاس یہ ترپ کا پتہ تھا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بفضلِ ایزدی اُن کے ایک ایک سوال کا تشفی بخش جواب دے دیا اور عمارت کے ایک ایک کونے اور در و دیوار کی مطلوبہ وضاحت پیش کر دی تو اگرچہ عناد و دشمنی نے تسلیم و اعتراف کی چوکھٹ پر سرِ نیاز رکھ دینے سے دور ہی رکھا لیکن یہ کہے بغیر چارہ نہ تھا: بخدا! محمد کی بتائی ہوئی ایک ایک نشانی صحیح ہے۔

بس یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر تلاشِ حق کے متوالے کو "القدس" سے آگے بڑھ کر "حَضِیرَۃُ القُدُس" تک کے سفر کو سچا اور مبنی بر حقیقت سمجھنے کے لئے ایک معقول اور مضبوط بنیاد فراہم ہوتی ہے۔

جب ایک رات میں یہ ممکن ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تمام علامتیں حرف بحرف سچ ہیں تو سفر کے اگلے حصے اور وہاں پیش آمدہ واقعات کی حقانیت میں بھلا کیا استبعاد ہو سکتا ہے اور کیوں کر مسترد کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

ایک نظیر کو اس سے ملتے جلتے دوسرے واقعے کی حقانیت کے لئے بطورِ استدلال پیش کرنا، اُسی وقت ممکن تھا جب معراج سے پہلے سفرِ اسراء ہوتا کہ سرزمینِ شام کا جز وقتی پڑاؤ، عجائباتِ بالا کی صداقت کے لئے مضبوط دلیل بن کر سامنے آئے، مکہ سے ملأ اعلیٰ تک براہِ راست سفر میں، ظاہر ہے یہ سب ممکن نہ ہوتا۔

□ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک، سفر کا پہلا مرحلہ، انبیاء علیہم السلام کے لئے ریز رو سواری بُراق کے ذریعے طے ہوا، آپ ﷺ سے پہلے نہ جانے کتنی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام، اپنے لختِ جگر اسماعیل اور رفیقۂ حیات بی بی ہاجرہ سے ملنے اسی کے ذریعہ تشریف لائے، حضور کے ارشادِ گرامی کے مطابق بُراق دوسرے پیغمبروں کے بھی زیرِ استعمال رہا۔

□ مستند روایات مظہر ہیں کہ مسجدِ اقصیٰ پہنچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُراق کو ایک محفوظ جگہ باندھا، حالانکہ یہ آپ کے لئے خُدا کی طرف سے بھیجی ہوئی سواری تھی جس کے بھاگنے یا گم ہو جانے کا بہ ظاہر کوئی خدشہ نہ تھا، محققین کے نزدیک اس واقعے سے ہر کام میں حزم و احتیاط کا سبق ملتا ہے اور یہ کہ اسباب و ذرائع اختیار کرنا، خدا پر اعتماد و توکل کے منافی نہیں ہے، یہی بات ہادیٔ عالم نے ایک دیہاتی کو توکل کے بارے میں پوچھنے پر اس طرح فرمائی تھی:

''اپنے اونٹ کو مضبوط رسی سے باندھ لو، پھر خدا پر بھروسہ کرو۔''

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں اسباب و توکل اور تقدیر و تدبیر کا حسین امتزاج قدم قدم پر نظر آتا ہے، ایک طرف خدا پر اتھاہ بھروسہ و اعتماد دوسری طرف اسباب و ذرائع کا بھرپور استعمال، تقدیر پر یقین کی یہ کیفیت کہ جہاں بڑے بڑوں کی ہمتیں جواب دے جائیں، خوف و ہراس سے شہ سواروں کے قدم اُکھڑ جائیں، محمد عربی کے پائے استقامت میں جنبش بھی محسوس نہ ہو، اسی کے قدم بہ قدم تدبیر کا یہ عالم کہ دشمن کی نقل و حرکت

Marfat.com

پر نگاہ رکھنے کے لئے ایسا جامع اور مکمل نظام کہ ادنیٰ سے ادنیٰ وقوعے سے باخبر، یہ جانتے ہوئے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے، حفاظتی تدابیر کا ایسا بندوبست کہ عقل دنگ رہ جائے، میدانِ جنگ کے لئے مخصوص فوجی لباس، زرہ اور خود (فوجی ہیلمٹ) کا استعمال، ایمرجنسی حالات میں ڈبل زرہ بلکہ سر سے پیر تک لوہے اور فولاد کے لباس میں ملبوس، آلاتِ حرب میں روایتی ہتھیاروں (تیر کمان، تلوار، بلم، بھالے وغیرہ) کے دوش بہ دوش جدید ترین بلکہ ایڈوانس ٹکنالوجی اور ہتھیاروں: منجنیق (قلعہ شکن ابتدائی توپ) عرّادہ، ضبور (سنگ باری کے بھاری آلات)، دبابہ، (کئی منزلہ متحرک قلعہ شکن گاڑی، ابتدائی ٹینک) کا استعمال (جیسا کہ آپ نے غزوۂ خندق، خیبر اور طائف وغیرہ کے موقع پر کیا اور نمایاں کامیابی حاصل کی) سفرِ ہجرت میں روایتی سواری کے مقابلے میں پانچ گنا زیادہ قیمت والی سواری کی فراہمی، اس تاریخ ساز سفر کی مہینوں پہلے سے تیاری اور منصوبہ بندی، یثرب (مدینہ) تک جانے والے عام شاہراہ سے ہٹ کر، غیر معروف اور پر پیچ طویل راستے کا انتخاب، زمینی حقائق کا جذباتیت سے ہٹ کر صحیح ادراک و تجزیہ اور دشمن کی ہر منفی سوچ اور پہل کے مقابلے میں مؤثر اور کارگر اقدام بطور مشتے از خروارے آپ ﷺ کی زندگی کے وہ چند واقعات ہیں جن میں سے ہر ایک منھ سے پکار پکار کر امت کو تقدیر و توکل کے پہلو بہ پہلو بھرپور اسباب و ذرائع کے حصول اور اُن کے بروقت و برمحل استعمال نیز حزم و احتیاط کا دامن تھامے رہنے کی تلقین کر رہا ہے۔

□ سفرِ معراج، مسجدِ اقصیٰ سے شروع ہوتا ہے، معراج کے معنی سیڑھی یا زینے کے آتے ہیں، معتبر روایات کے مطابق آپ مسجد اقصیٰ میں تھے کہ ایک نہایت دیدہ زیب و مرصع سیڑھی اوپر سے آئی اور اس کے ذریعے آپ کو، جبریل سمیت اوپر اٹھا لیا گیا، یہاں تک واپسی بھی اسی کے ذریعہ عمل میں آئی، آج کے دور میں اس مفہوم کی تعبیر کے لئے بہ ظاہر لفٹ (Lift) کا لفظ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

□ سفرِ معراج کی تمام روایتوں میں ایک چھوٹا سا واقعہ مذکور ہے جس پر ہم سرسری سے گزر جاتے ہیں اور وہ یہ کہ ہر آسمان پر داخل ہونے (Entry) سے پہلے جبرئیلِ امیں کو ضابطے کی کارروائی (Formality) سے گزرنا پڑا، ممکن ہے آسمان کے گیٹ پر موجود سیکورٹی سے لفٹ میں بیٹھے بیٹھے اور چلتے ہوئے ہی یہ سوال و جواب ہوئے ہوں، دستِ قدرت نے اس بیش قیمت لفٹ میں باہمی گفتگو کے لئے ویڈیو کانفرنسنگ (Vedio-Conferencing) جیسا کوئی نظام قائم کر رکھا ہو۔

(س) کون؟ (ج) جبرئیل (س) آپ کے ساتھ کون ہیں؟ (ج) محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (س) کیا اُن کے پاس خصوصی اجازت نامہ (Special Pass) ہے؟ (ج) جی ہاں۔

ایک لمحے رک کر ذرا غور فرمایئے، کہاں فرشتوں میں ایک انتہائی معزز اور باوقار فرشتہ جبرئیلِ امین اور کہاں گیٹ پر تعینات ایک عام سیکورٹی گارڈ، شاید دونوں میں اتنا تناسب بھی نہ ہو جتنا ایک سینئر آئی اے ایس یا آئی. پی. ایس (I.A.S./I.P.S.) اور ایک معمولی ہوم گارڈ کے درمیان پایا جاتا ہے، اس کے باوجود، جبرئیلِ امین کو ضابطے کے عمل (Formality) سے گزرنے میں ادنیٰ تأمل نہیں، سیکورٹی گارڈ کو ڈرانا، دھمکانا تو کجا، نہ چہرہ خشمگیں ہے نہ ابرو پر کوئی بَل، نہ قواعد وضوابط سے بلند و برتر ہونے کا کوئی احساس، دوسری طرف گیٹ پر تعینات سیکورٹی ملازم کی فرض شناسی بھی قابلِ داد اور لائقِ تحسین ہے، محکمے کے انتہائی بااثر اور اعلیٰ ترین افسر کے آنے پر بھی، اپنی ذمہ داری کے تئیں کہیں ذرا سا بھی جھول نہیں آتا، ضابطے کی کارروائی پوری ہوئے بغیر ایسے صاحبِ حیثیت اور طاقت ور فرشتے کو اندر آنے کا گرین سگنل (Green Signle) ملتا ہے اور نہ ہی مہمانِ خصوصی محبوبِ رب العالمین کے ساتھ کوئی مراعات... معلوم ہوا کہ کسی بھی انتظامی ادارے میں طے شدہ اصول وضوابط کی پابندی ہر ادنیٰ واعلیٰ کی ذمہ داری ہے، جس میں نہ چھوٹے کی طرف سے کسی ڈھیل یا رعایت

Marfat.com

ومروت کو دخل ہو اور نہ بڑے کی طرف سے اُن کی پامالی اور قانون سے بالاتر ہونے کا احساس، ادارے یا سماج کے ہر طبقے اور افراد کی قاعدے قانون کی یکساں پابندی خوش حالی اور ترقی کی علامت ہے تو کسی فرد یا طبقے کی طرف سے اس کو بے دست و پا بنانے کی سعیِ مذموم یا کسی بڑے کے لئے ادائیگی فرض میں تغافل وتساہل اس ادارے اور سماج کے لئے زہرِ ہلاہل اور تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

□ چلتے چلتے ایک اور واقعے کے بین السطور بھی ملاحظہ ہوں، واقعۂ معراج کی تمام روایات گواہ ہیں کہ شروع میں آپ کو پچاس نمازیں عطا ہوئیں اور آپ اُنہیں خدا کا تحفہ سمجھ کر خوشی خوشی لے کر چلے آئے، راستے میں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے، لیکن وہ بندۂ خدا خلت اور فنائیت کے اس مقام پر تھے کہ ہر چہ از دوست نکواست اُن کا مسلک ومشرب، خدا کی اس تجویز (پچاس وقتوں کی نماز) پر کوئی کلام اور رائے زنی اُن کی شان کے منافی تھی، حسنات الابرار سیات المقربین، یہ کلیم اللہ کا حق تھا اور اُن ہی کو زیب دیتا تھا، چنانچہ اُنہوں نے آپ کو خیر خواہانہ مشورہ دیا کہ مجھے اپنی قوم کا بڑا تلخ تجربہ ہے، بنی اسرائیل کے لئے صبح وشام دو وقت نماز پڑھنا بھی دوبھر تھا، آپ کی امت پچاس وقت کی نماز کیسے پڑھ پائے گی، جایئے! اس میں کچھ کمی کرایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے مشورے میں وزن محسوس کیا، بارگاہِ قدس میں دوبارہ حاضر ہوئے، تخفیف کی التجا کی، آخر پانچ وقت کی نمازیں کم ہوگئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر ملاقات ہوئی، علیک سلیک کے بعد اُنہوں نے پوچھا: کہئے کیا رہا! آپ نے صورت حال بتائی: فرمایا: اب بھی بہت ہیں، پھر جایئے۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار بھیجتے رہے یہاں تک کہ پچاس سے صرف پنج وقتہ رہ گئیں۔

غور کیجئے تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا اس اُمت پر بڑا احسان ہے کہ اس راحت کا وہی ذریعہ بنے ہیں، دوسری طرف یہ بھی دیکھئے کہ ایک پیغمبر کے دل میں، دوسرے ہم منصب

Marfat.com

کے لئے ہمدردی و خیر خواہی کے کیسے کیسے جذبات موجزن ہیں، پیغمبروں کے حقیقی جانشین اور انبیاء کے سچے وارث، علمائے حق بھی ان ہی اوصاف کے حامل ہوتے ہیں، وہ دوسروں کی تحقیر و تذلیل کے بجائے، اُن کے تئیں، اختلافِ رائے و مسلک کے باوجود، احترام واکرام اور ہمدردی و خیر خواہی کے پیکر نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ شاگردوں (صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی یہی شان تھی، سلف کا بھی یہی حال تھا اور ناخلف اس کے برخلاف... آپس میں دست بہ گریباں اور برسرِ پیکار۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی مہمیں سر کرنے میں ایسے مصروف کہ الاماں والحفیظ۔

○ ○ ○

Marfat.com

غیبت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: بھیڑ میں ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا تھا: ''دیکھا! کیسا کتے کی موت مارا گیا۔''

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اُس وقت آپ خاموش لگا گئے... چلتے چلتے ایک جگہ آپ رکے اور آواز دی:

''فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ دونوں حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا: آیئے! اسے تناول فرمایئے۔

دونوں نے ایک نظر کوڑے پر پڑے، گدھے کی سڑی ہوئی لاش کو دیکھا تو فرطِ حیرت سے اُن کا منھ کھلا کا کھلا رہ گیا، جب صبر کا یارا نہ رہا تو آخر پوچھا:

''یا رسول اللہ! خدا آپ کی مغفرت فرمائے، بھلا یہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے؟'' آپ نے فرمایا: جانتے ہو، ابھی کچھ دیر پہلے، تم جو اپنے بھائی کی بدگوئی کر رہے تھے، وہ اس سڑی ہوئی لاش کے کھانے سے بدتر تھا... اور تم جس کی غیبت کر رہے تھے وہ جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے....[1]

---

[1] الدر المنثور، مؤلفہ جلال الدین سیوطی، جلد ۷، صفحہ ۵۷۳، بحوالہ مصنف عبدالرزاق، الادب المفرد للبخاری، مسند أبی یعلی، مسند ابن المنذر، شعب الایمان للبیہقی۔

Marfat.com

اس روایت سے معلوم ہوا کہ غیبت ہر حال میں حرام ہے، خواہ وہ شخص جس کی غیبت کی جا رہی ہو زندہ ہو یا اس دنیا سے جا چکا ہو۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں خچر کی لاش کا تذکرہ ہے، غالباً یہ دوسرا واقعہ ہے جس میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ چل رہے صحابہ کو عمومی انداز میں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''بخدا! اس سڑی ہوئی لاش سے پیٹ بھر لینا، غیبت کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔''[۱]

خدا کی پناہ! ایک طرف غیبت کی گندگی کا یہ حال کہ قرآن و حدیث کی نگاہ میں مرے ہوئے بھائی کے گوشت کھانے کے برابر... دوسری طرف سماج اور معاشرے کا یہ عالم کہ عوام تو عوام، خواص، اہلِ دین، اہلِ دنیا، اربابِ سیاست، اصحابِ مشیخت اس حمام میں سب یکساں، ہر مجلس اور ہر گفتگو کے لئے یہ بُرائی لذتِ کام و دہن۔ ایک لقمۂ شیریں جسے ہر کوئی اپنے حلق میں اُتارنے کے لئے بیتاب و بے قرار نظر آتا ہے... **اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّی**...

غیبت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ زبان سے ہی برا کہا جائے، بلکہ اشارے، کنایے رمز و تلمیح، ایہام و تعریض یا نقل و اداکاری اور کارٹون وغیرہ کے ذریعہ لوگوں کو کسی متعین شخص کی برائی بتانا شریعت کی نگاہ میں غیبت ہے، اور اس کے دیکھنے، سننے یا خوش ہونے کا جرم بھی انتہائی بھیانک ہے۔

پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اس شخص کی ذات میں پائے جانے والے عیب کا اظہار ہی غیبت ہو، بلکہ غیبت ہر اُس معیوب چیز کے بیان کو کہا جائے گا جس کے تذکرے سے اُس شخص کو تکلیف و اذیت پہنچتی ہو، خواہ اس کا تعلق اُس کی بے دینی و بے راہ روی سے ہو یا دنیوی ظاہری کمزوری سے۔ وہ اس کا اخلاقی عیب ہو یا جسمانی اور وہ عیب خود اُس کی ذات

۱؎ حوالہ مذکور، صفحہ ۵۷۔

Marfat.com

میں ہو (یا اُس کے والدین) [1] یا بیوی بچوں میں سے کسی میں، بلکہ نوکر چاکر، لباس، سواری، مکان وغیرہ ہر وہ چیز جس سے اُس کا کوئی تعلق ہو (مثلاً اُس کی چال ڈھال یا خوشی اور رنج کے وقت اُس کے چہرے کے مخصوص زیر و بم [2] اس کے بارے میں کوئی لاف زنی جس سے وہ اپنی خفت و شرمندگی اور بے آبروئی محسوس کرے، سب غیبت میں شامل ہے۔ [3]

ابنِ جریر طبریؒ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی روایت (جسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے بیان کیا ہے) نقل کی ہے:

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: جانتے ہو! غیبت کسے کہتے ہیں؟ وہاں ادب و تواضع کا یہ عالم کہ سب کا ایک ہی جواب تھا: اللہ جانے اور اللہ کا رسول...

صحابہ بھی خدا کے بنائے ہوئے کیا نگینے تھے [4] ادب و تواضع اُن کے رگ و پے اور جسم و جاں میں ایسا سمایا ہوا تھا کہ چشمِ فلک نے ایسا نظارہ، اُن کے بعد تو کیا، اُن سے پہلے بھی نہ دیکھا ہوگا۔

حجۃ الوداع کا موقع ہے، ہاں وہی موقع جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہتی دنیا کے لئے احترامِ انسانیت کے رہنما اُصول بیان فرمائے اور انسانی جان و مال اور آبرو کو عزت و احترام اور عظمت و افتخار کی اُن رفعتوں سے نوازا جن کے سامنے کوہ ہمالیہ تو کیا بلد حرام بلکہ خانہ کعبہ کی عظمتیں بھی رشک کناں ہیں۔

ایک ایسے موقع پر جہاں ہزاروں کا مجمع ہے، آپ ﷺ نے پوچھا، جانتے ہو! آج کون سی تاریخ ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ اور تم کہاں بیٹھے ہو؟

---

[1] سبل السلام، مؤلفہ محمد بن اسمٰعیل امیر صنعانی، جلد ۱، صفحہ ۲۳۶۔

[2] حوالہ مذکور۔

[3] روح المعانی، مؤلفہ علامہ محمود آلوسی بغدادی، صفحہ ۳۰۹۔

[4] إنتخبهم الله لصحبة نبيه۔ رزین، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح۔

Marfat.com

ان میں سے ہر سوال کا جواب نہایت آسان اور بالکل واضح تھا، لیکن ادب و تواضع کے پیکروں کی شان ہی الگ تھی... فضا میں ہر سوال کا ایک ہی جواب گونجتا: اللہ جانے اور اللہ کا رسول۔[1]

جب دو اور دو چار جیسے سوالوں کا جواب اُن کے یہاں یہ تھا تو بھلا غیبت کے بارے میں پوچھے جانے پر وہ اس کے سوا اور کیا کہتے: اللہ جانے اور اللہ کا رسول!!

آپ ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کی (اُس کی پیٹھ پیچھے) ایسی بات بیان کرو جس کے تذکرے سے اُسے ناگواری ہو، کسی نے پوچھا، حضور! اگر وہ بات اُس میں موجود ہو تو؟ آپ نے فرمایا: تبھی تو غیبت ہے، ورنہ بہتان اور تہمت ہے۔[2]

ابنِ ابی حاتم نے سُدّی کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے:

حضرت سلمان فارسیؓ، دو آدمیوں کے ساتھ سفر میں تھے، (اس سفر میں خود نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے اور آپ نے انتظامی سہولت کے لئے دو دو، چار چار آدمیوں کی ایک ترتیب قائم کر دی تھی)[3] یہ راستے میں اُن دونوں کا ہاتھ بٹاتے اور وہ اِنہیں کھانا کھلاتے... ایک دن اتفاق سے اِنہیں نیند آ گئی بلکہ خراٹے شرع ہو گئے، ساتھیوں کو ان کی ضرورت پڑی، دیکھا مست پڑے ہوئے سو رہے ہیں، آخر اُن دونوں ہی نے خیمہ لگایا، وہ آپس میں کہنے لگے: سلمان تو بس یہ چاہتا ہے کہ اُسے پکا پکایا کھانا اور لگا لگایا خیمہ مل جائے، گویا مفت کی روٹیاں توڑنے کے لئے ہمارے ساتھ چپکا ہوا ہے۔

کچھ دیر بعد، جب سلمان نیند سے اُٹھے اور اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو اُنہوں نے ان کو حضور کی خدمت میں سالن لانے کے لئے بھیجا، یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر

---

[1] مشہور روایت۔
[2] جامع البیان فی تفسیر القرآن، مؤلفہ ابن جریر طبری، جلد ۲۶، صفحہ ۸۶۔
[3] مؤلف۔

Marfat.com

ہوئے اور عرض کیا: میرے ساتھیوں نے سالن کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہارے ساتھیوں کو سالن کی کیا ضرورت پڑ گئی؟ وہ تو خود سالن بنا چکے ہیں۔ انہوں نے اُن سے آ کر عرض کر دیا کہ حضور نے ایسا ایسا فرمایا ہے۔ یہ سن کر دونوں آپ کے پاس پہنچے اور عرض کیا: حضور! خدا کی قسم ہم نے تو یہاں پڑاؤ کرنے کے بعد سے ابھی تک کوئی سالن وغیرہ نہیں بنایا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سلمان کے گوشت سے سالن بنایا ہے... ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ جبرئیلِ امیں یہ آیات لے کر نازل ہوئے:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ.[1]

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے:

''ایک شخص حضور کی مجلس سے اُٹھا، تو (شاید کسی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے) اُس سے سیدھا نہ اُٹھا گیا، حاضرین میں سے کوئی، اُس کے جانے کے بعد کہنے لگا، حضور! فلانا تو بڑا ہی بودا تھا (ڈھنگ سے کھڑا نہ ہوا گیا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارے! تو نے تو اپنے بھائی کا گوشت کھا لیا... اُس کی غیبت کر دی۔[2]

حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت میں یہ اضافہ درج ہے:

صحابہؓ نے عرض کیا: حضور! ہم نے کوئی اپنی طرف سے تو کچھ کہا نہیں، جو بات تھی وہ کہہ دی۔ آپ نے فرمایا: جبھی تو غیبت ہے ورنہ تہمت ہوتی۔[3]

ایک مرتبہ کچھ لوگ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہیں دیکھ کر آپ نے فرمایا: اپنے دانتوں کا خلال کرو، انہوں نے عرض کیا: حضور! آج تو ہم نے کچھ

---

[1] روح المعانی، صفحہ ۳۱۳۔
[2] الدر المنثور، جلد ۷، صفحہ ۵۷۵۔
[3] الدر المنثور، جلد ۷، صفحہ ۵۷۵۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن، جلد ۲۶، صفحہ ۸۷۔

Marfat.com

کھایا ہی نہیں (پھر خلال کیسا؟) آپ نے فرمایا: بخدا! میں تمہارے دانتوں میں فلاں شخص کا گوشت دیکھ رہا ہوں، بعد میں معلوم ہوا، اُنہوں نے اُس شخص کی غیبت کی تھی۔[۱]

بار ہا نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ آوازِ بلند یہ حقیقت ذہن نشین کرائی کہ غیبت ایمان میں کھوٹ کی علامت ہے، اور ایسا شخص محض نام کا مسلمان ہے۔[۲]

بسا اوقات آپ نے غیبت کرنے والے افراد کو جو روزے سے تھے، یا نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے، روزے اور نماز کے اعادے کا حکم فرمایا، اس سلسلے میں درج ذیل دو روایتوں پر نظر ڈال لینا از بسکہ کافی ہے۔

بیہقی کی ایک روایت ہے، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حجام کے پاس سے گزرے، دیکھا کہ وہ اپنے گاہک سے کسی کی غیبت میں مشغول ہے۔ اتفاق سے رمضان کا مہینہ تھا اور وہ دونوں روزے سے تھے، آپ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: حجام اور اس کے گاہک، دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا....[۳]

حرانطی نے ابنِ عباس کی یہ روایت درج کی ہے کہ دو شخصوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی، رمضان کا مہینہ تھا اور وہ دونوں روزے سے تھے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا: دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھو، اور شام تک روزہ داروں کی طرح رہو لیکن بعد میں ایک روزے کی قضا کرنا، اُنہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آخر ہم سے کیا قصور ہوا؟ (جس کی یہ سزا دی جا رہی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے۔[۴]

---

۱ الدرالمنثور، جلد۷، صفحہ۵۷۴۔ الترغیب والترہیب، بروایت عبداللہ بن مسعودؓ۔
۲ الدرالمنثور، جلد۷، صفحہ۵۷۳۔ بروایت براء بن عازبؓ، بریدہؓ، ابن عباسؓ وجبیر بن نفیرؓ۔
۳ الدرالمنثور، جلد۷، صفحہ۵۷۶۔
۴ الدرالمنثور، جلد۷، صفحہ۵۷۴۔ شعب الایمان، جلد۵، صفحہ۳۰۳۔

Marfat.com

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے اس برائی کی سڑاند اور بدبو کو اپنی ظاہری ناک سے محسوس کر لیا تھا۔[۱]

غیبت کی سنگینی کو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا:

''سود کی برائی کے ستر سے زیادہ درجے ہیں، سب سے کم اور ہلکا درجہ اپنی ماں کے ساتھ برا کام کرنے کے برابر ہے اور سب سے بڑا اور گھناؤنا درجہ ایک مسلمان کی عزت و آبرو کو پامال کرنا ہے۔[۲]

ایک موقع پر جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کو زنا جیسے سنگین جرم کے مقابلے میں ترجیح دی تو صحابہ سے نہ رہا گیا، بولے: حضور! یہ زنا سے بھی بڑھ کر جرم ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کیوں کہ زنا کار، صدقِ دل سے توبہ کرتا ہے، اور آخر معاف کر دیا جاتا ہے، برخلاف غیبت کرنیوالے کے، کہ اس کا جرم محض توبہ سے معاف نہیں ہوتا، جب تک وہ متعلقہ شخص معاف نہ کرے جس کی اُس نے بدگوئی کی ہے۔[۳]

جرم کی اس سنگینی کے نتائج وعواقب نے نہ جانے کتنی بار نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ سلم کو رلایا اور تڑپایا ہے۔ ذرا مسندِ احمد کی اس روایت پر ایک نظر ڈالیں:

حضرت ابوبکرہ ﷺ کی روایت ہے، ایک مرتبہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، آپ نے ازراہِ شفقت، میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے رکھا تھا، بائیں طرف کوئی اور تھا، اتنے میں دو قبریں دکھائی دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں پر گناہِ کبیرہ کے جرم میں عذاب ہو رہا ہے۔ یہ کہہ کر آپ رو دیے، بہت دیر تک یہی حالت رہی، آخر فرمایا: ایک کو غیبت کی وجہ سے اور دوسرے کو پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہ

---

[۱] حوالہ مذکور، وروح المعانی، جلد...، صفحہ ۳۱۳۔

[۲] حوالہ مذکور، وشعب الایمان، جلد ۵، صفحہ ۲۹۸۔ الترغیب والترہیب۔

[۳] حوالہ مذکور۔

Marfat.com

کرنے کی بناء پر سزا دی جا رہی ہے۔[۱]

عذابِ قبر کی اثر آفرینی کا یہ عالم ہے کہ آپ جیسے دل گردے کا انسان بھی آٹھ آٹھ آنسو رونے پر مجبور ہو جاتا ہے، تو بھلا اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے کلی اور بے قراری کا درجۂ حرارت کیا ہوگا جب معراج کی رات، غیبت کرنے والے مرد و عورتوں کو تانبے کے ناخنوں سے اپنا منہ اور بدن نوچتے ہوئے بچشمِ خود دیکھا تھا...[۲]

اللہ اللہ! وہ بھی کیا فرشتہ صفت انسان تھے جنہوں نے یہ جان کر کہ غیبت کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہے، زندگی بھر اس شجرِ ممنوعہ کے قریب نہ پھٹکے۔ ابو قلابہ رقاشی کا بیان ہے کہ حضرت ابو عاصم ان ہی پاک طینت اور نیک خِصال لوگوں میں تھے۔ حضرت میمونؒ بن سیاہ کا بھی یہی حال تھا۔[۳]

امام رافعیؒ نے تاریخِ قزوین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو بات درج کی ہے وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہے:

اگر تم دوسروں کا کچا چٹھا بیان کرنا چاہتے ہو تو اس سے بہتر ہے کہ خود اپنا عیب دوسروں کے سامنے رکھ دو۔''[۴]

سلفِ صالحین کے خوف وخشیت اور تقوی و ورع کا یہ عالم تھا کہ وہ معمولی اور ذرا سی بات پر بھی ڈر جاتے تھے اور یہ اندیشہ کرنے لگتے تھے کہ شاید اُن سے غیبت جیسا مہلک گناہ سرزد ہو گیا ہے۔

طوق بن وہب کا بیان ہے کہ میں محمد بن سیرین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن دنوں

---

[۱] روح المعانی، جلد....، صفحہ ۳۱۳۔
[۲] البغوی، المظہری، ابن کثیر، بروایت انس بن مالک۔
[۳] شعب الایمان، جلد ۵، صفحہ ۳۱۶۔
[۴] حوالہ مذکور، بحوالہ کنز العمال۔

Marfat.com

میں علیل چل رہا تھا، اُنھوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے: کچھ بیمار دکھائی دیتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! یہی بات ہے۔ فرمایا: فلاں حکیم کے پاس جا کر دکھاؤ... تھوڑی دیر بعد، کچھ خیال آیا تو اُن کی زبان سے نکلا: بھئی فلاں کو جا کر دکھاؤ، سنا ہے کہ وہ بڑے حکیم حاذق ہیں... یہ کہہ کر معاً اُنہیں احساس ہوا اور فرمایا: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ... شاید یہ تو مجھ سے (پہلے حکیم کے بارے میں) غیبت کا جرم سرزد ہو گیا[1]

محمد بن سیرین ہی کے بارے میں جلال الدین سیوطیؒ نے عبد بن حمید کے حوالے سے یہ واقعہ قلم بند کیا ہے کہ اُن کی موجودگی میں کسی شخص کا ذکرِ خیر آیا، ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا: کون؟ وہ کلوا! پھر ایک دم احساس ہوا تو استغفار پڑھا اور فرمایا: میرے خیال میں یہ غیبت ہوگئی۔[2]

بیہقی نے خالد ربعیؒ کا یہ عبرت انگیز واقعہ درج کیا ہے:

میری مجلس میں کچھ لوگوں نے ایک شخص کی بدگوئی اور آبروریزی کی، میں نے اُنہیں ٹوکا تو وہ رک گئے، کچھ دیر بعد وہ پھر اُس کا ذکر لے کر بیٹھ گئے اور میری خاموشی سے اُنھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاید میں بھی اُن کی رائے سے متفق ہوں، آخر مجلس برخاست ہوئی، رات کو جب میں سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لحیم شحیم کلوٹا میرے سرہانے کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں ایک طباق ہے اور اس میں خنزیر کے گوشت کے پارچے رکھے ہوئے ہیں اور مجھ سے کہہ رہا ہے: حضرت! تناول فرمائیے! میں نے انکار کیا۔ اس نے پھر کہا: حضرت تناول فرمائیے۔ میں نے پھر منع کیا، اب اُس نے ڈانٹ پلائی اور مجھے کھانے پر مجبور کر دیا، بدقت تمام دو چار بوٹیاں کس طرح زہر مار کیں، اسی اثنا میں آنکھ کھل گئی تو محسوس کیا کہ میرے منھ سے تو ناپاک گوشت کی بدبو آ رہی ہے... دو مہینے تک یہی حال

[1] شعب الایمان، جلد ۵، صفحہ ۳۱۶۔

[2] الدر المنثور، جلد ۷، صفحہ ۵۷۳۔

Marfat.com

رہا...تب جا کر وہ اثر ختم ہوا۔[1]

ابوامامہ کی یہ تحریر بھی حرزِ جاں بنانے کے لائق ہے:

قیامت میں بندہ اپنا نامۂ اعمال دیکھے گا تو اُسے بہت سی ایسی نیکیاں نظر آئیں گی جو اُس نے اپنی زندگی میں کبھی بھولے سے بھی نہ کی تھیں، وہ حیرت واستعجاب کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں گویا ہوگا: بارِ الٰہا: ان نیکیوں کو تو میں نے کبھی نہیں کیا، (پھر یہ میرے نامۂ اعمال میں کس طرح شامل ہیں؟) ارشاد ہوگا: لوگوں نے تیری غیبت اور آبروریزی کی، اس کے صلے میں بغیر کئے یہ نیکیاں درج کردی گئیں، ایک اور شخص اپنا نامۂ اعمال دیکھے گا تو اُسے محسوس ہوگا کہ بہت سی نیکیاں ندارد ہیں، وہ کہے گا: پروردگار! فلاں فلاں نیکیاں میں نے کیں، لیکن آج اُن کا کہیں اَتہ پتہ نہیں، آخر ایسا کیوں؟ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن کا جواب ہوگا: تو نے دنیا میں لوگوں کی بدگوئی کی، اُن کی عزت وآبرو سے کھیلا، آج اُس کی سزا میں اُن نیکیوں کو تیرے اعمال نامے سے صاف (Delete) کردیا گیا۔[2]

تحریر کے اختتام پر یہ گوش گزار کرنا بھی ضروری ہے کہ غیبت ایک طرف سماج میں پھیلی ہوئی انتہائی بدبودار برائی، جرمِ عظیم اور گناہِ کبیرہ ہے، تو دوسری طرف اس کا ایک پہلو، اس کی ضرورت وافادیت کا بھی ہے، عام حالات میں غیبت ایک زہرِ ہلاہل اور سمِّ قاتل ہی ہے، لیکن کبھی کبھار، بوقتِ ضرورت اور بر بنائے مصلحت (بشرطیکہ وہ ضرورت ومصلحت شرعاً معتبر ہو) یہ زہر، تریاق بھی بن جاتا ہے، اُس وقت غیبت نیکی کے روپ میں جلوہ گر ہوتی ہے اور اُس کا چھوڑنا گناہ بن جاتا ہے، لیکن زہر سے تریاق کا کام لینا ہر کس وناکس کے بس کا نہیں، یہ وادی بڑی پُرخطر ہے، یہاں ایک ایک قدم پھونک کر چلنے کی ضرورت ہے، ذرا سی لاپرواہی یا بے احتیاطی مہلک بن سکتی ہے۔

---

[1] شعب الایمان، جلد ۵، صفحہ ۲۹۹۔ [2] حوالہ مذکور۔

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ، اور آپ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں علمائے کرام نے جن صورتوں میں غیبت کی اجازت دی ہے وہ درج ذیل ہیں:

- کسی ظالم کی شکایت، ایسے شخص کے سامنے کرنا، جو ظلم دور کر سکے۔
- کسی واقعہ سے متعلق فتویٰ حاصل کرنے کے لئے، اُس واقعہ کا اظہار۔
- مسلمانوں کو کسی شخص کے دینی یا دنیوی شر سے بچانے کے لئے، اس کے حالات کا تذکرہ۔
- کسی دینی یا دنیوی مشورے کے سلسلے میں، متعلقہ شخص کے احوال وکوائف کا بیان۔
- اعلانیہ فسق وفجور میں مبتلا شخص کے اعمالِ بد کا ذکر۔
- بغرض تعارف، کسی ایسے معیوب نام کو نوکِ زبان وقلم پر لانا جو اس کے نام کا حصہ بن چکا ہو اور اس کے بغیر اُس کی شناخت مشکل ہو۔ جیسے حکیم نابینا، چندھے (اَلْاَعْمَشُ، لنگڑے اَلْاَعْرَجُ) وغیرہ۔[1]

○ ○ ○

[1] روح المعانی، صفحہ ۳۱۲۔

Marfat.com

علاماتِ نفاق

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

(بخاری شریف، باب علامۃ المنافق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی منقول ہے:

منافق کی تین علامتیں ہیں۔ ❶ ہمیشہ دروغ گوئی سے کام لے، ❷ ہمیشہ وعدہ خلافی کرے اور ❸ ہمیشہ امانت میں خیانت کرے۔

نفاق کا درجہ کفر سے بھی بڑھ کر ہے، اس لئے کہ اس میں خدا کے انکار کے ساتھ ساتھ، اہلِ اسلام کے تئیں دھوکہ وفریب کی سیاست بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نفاق کی سزا، کفر کی سزا سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ:۔ منافقین جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے۔

نفاق کے معنی ظاہر وباطن میں فرق کے ہیں، شرعاً باطن کفر سے بھرا ہونے اور اوپر سے مسلمان ظاہر کرنے کو کہتے ہیں، اس معنی میں اس لفظ کا استعمال اسلام ہی کی دین ہے اور غالباً اس کی بنیاد ”نَافِقَاء“ ہے جو گھونس کے اُس خفیہ بل کو کہتے ہیں جو بہ ظاہر عام نظروں

Marfat.com

سے اوجھل رہتا ہے، لیکن خطرے کے وقت راہِ فرار اختیار کرنے میں کام آتا ہے، گھونس کے عام آمدورفت کے بل کو "قَاصِعَاء" کہتے ہیں، شکاری کو دیکھ کر یہ حیلے باز جانور اپنے اُسی خفیہ راستے سے نو دو گیارہ ہو جاتا ہے۔ یہی حال منافق کا ہے کہ وہ پکڑے جانے کی صورت میں اپنے فرار اور بچاؤ کے لئے پہلے سے راستہ ڈھونڈ رکھتا ہے۔

یہ بات کس قدر قابلِ غور ہے کہ وہ شخص جس میں مذکورہ تین برائیاں ہوں، حدیثِ بالا کے مطابق، منافقین کے زمرے میں آجاتا ہے، اگرچہ اُس کی سزا وہ نہیں ہے جو اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ میں بتائی گئی ہے، اس لئے کہ حدیث میں اس نفاق سے برأت کے لئے "يَدَعَهَا" فرمایا گیا ہے، "حَتّٰى يُؤْمِنَ" یا "حَتّٰى يُجَدِّدَ إِيْمَانَهُ" نہیں کہا گیا، یعنی یہ ایسا نفاق ہے جس کے داغ کو دھونے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اُن برائیوں کو چھوڑ دیا جائے، اس میں تجدیدِ ایمان کی شرط نہیں ہے۔

اس موقع پر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حدیث میں ان تینوں برائیوں کے ساتھ لفظ "اذا" استعمال ہوا ہے جو عادت کو بتاتا ہے، یعنی دروغ گوئی، وعدہ خلافی اور خیانت، علاماتِ نفاق اُس وقت قرار دی جائیں گی جب وہ کسی شخص کی عادت اور فطرتِ ثانیہ بن جائیں[1] گویا کبھی کبھار ان برائیوں کے ارتکاب پر علاماتِ نفاق کا اطلاق نہیں ہوگا، نیز "دروغ گوئی" علامتِ نفاق اُس وقت قرار دی جائے گی جب وہ عمداً کذب بیانی سے کام لے رہا ہو، لیکن اگر وہ بات اس کے علم ویقین کے مطابق صحیح ہو، چاہے فی الواقع غلط ہو تو بھی اس پر نفاق کا لیبل چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح "وعدہ خلافی" پر علامتِ نفاق کا اطلاق اُس وقت درست ہوگا جب وعدہ کرتے وقت ہی اُس کے دل میں چور ہو جیسا کہ طبرانی میں "وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ لَا يَفِيَهُ"

---

[1] اسی مفہوم کو حدیث کے ترجمے میں "ہمیشہ" کے لفظ سے واضح کیا گیا ہے۔

Marfat.com

کے الفاظ موجود ہیں اور اگر صدقِ دل سے اس وعدے کو پورا کرنے کی نیت ہو لیکن اتفاقاً یا مجبوراً اُس وعدے کو نہ نبھا سکے تو اُس پر علامتِ نفاق کا لفظ صحیح نہ ہوگا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہم بسا اوقات آپسی ملاقات میں رخصت ہوتے وقت رسماً یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ''اچھا پھر ملوں گا'' یا ''پھر ملاقات ہوگی'' جبکہ اِس وعدے کی تکمیل کا دور دور تک کوئی خیال نہیں ہوتا، ایسے الفاظ بہت سے اہل علم کے نزدیک ''وعدہ خلافی'' کے تحت آتے ہیں جن سے بچنے کی ضرورت ہے۔

چونکہ ان علامتوں کی موجودگی سے ''منافق'' ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کو ان چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ محض ان علامتوں کی بناء پر کسی کو ''منافق'' کہنے کا حق نہیں ہے۔ سلف میں حضرت عطاءؒ کے بارے میں منقول ہے کہ کسی نے اُن کے سامنے حضرت حسن بصریؒ کا یہ ارشاد نقل کیا:

''مَنْ كَانَ فِيهِ ثَلَاثُ خِصَالٍ لَمْ اَتَحَرَّجْ أَنْ أَقُولَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.''

ترجمہ:- جس کسی میں دروغ گوئی، وعدہ خلافی اور خیانت جیسی مذموم خصلتیں ہوں میں اُسے منافق کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

اس پر حضرت عطاءؒ نے کہنے والے سے کہا: میاں! حسن بصریؒ سے میرا سلام کہنا، اور کہنا کہ ذرا برادرانِ یوسف علیہ السلام کا معاملہ یاد کریں[1] اور یہ کہ نفاق کا لفظ اُس انسان کے لئے بولا جائے گا جس کے دل میں سرے سے ایمان نہ ہو۔ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ آمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا﴾۔

---

[1] اس لئے کہ اُن سے ''دروغ گوئی''، ''وعدہ خلافی'' اور ''خیانت'' جیسے تمام ہی سنگین جرائم سرزد ہوئے، لیکن اس کے باوجود ان برائیوں پر ''نفاق'' کے لفظ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ (مؤلف)

Marfat.com

حسن بصریؒ نے جب یہ سنا تو حضرت عطاءؒ کو دُعائیں دیں اور بے تکلف اپنے معتقدین سے یہ کہا: ''اگر کوئی عالم میری بات کو غلط کہا کرے تو مجھے بتا دیا کرو۔''

''آیَۃُ الْمُنَافِقِ'' میں بعض حضرات نے اس پیرایۂ کلام کو ''تحذیر'' کے لئے قرار دیا ہے، تاکہ ایمان والوں کو ان برائیوں سے بچایا جائے، بعض نے ''نفاقِ عرفی'' پر محمول کیا ہے، کچھ اہلِ علم المنافق کے ''الف لام'' کو جنس کے لئے بتاتے ہیں گویا یہ علامات تشبیہ کے لئے ہیں اور مفہوم یہ ہے کہ ان چیزوں کے ارتکاب سے منافقین کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے لہٰذا بچنا چاہئے، جبکہ بعض حضرات ''الف لام'' عہد کا بتاتے ہیں یعنی حدیث میں ''منافق'' کا مصداق کوئی خاص ''فرد'' یا ''گروہ ہے'' جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پایا جاتا تھا...اور آپ ﷺ نے اپنی عادتِ مبارکہ اور اخلاقِ کریمانہ کے تحت اُس کا نام لئے بغیر اصلاح کی کوشش فرمائی۔

اکابر کی اس جامع اور متوازن تشریح کے باوصف، ایک ایمان والے کو تڑپا دینے کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اُس کے پیارے نبی ﷺ نے ''دروغ گوئی''، ''وعدہ خلافی'' اور ''خیانت'' کو ''نفاق'' بتایا ہے اور ایسے شخص کو منافقین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

''نفاق'' درحقیقت سڑاند اور بدبو ہے، لیکن ہماری روحانی قوت شامہ بیمار بلکہ قریب بمرگ ہونے کے سبب اس کا ادراک نہیں کر پاتی، بالکل اسی طرح جیسے زکام کا مریض، گندگیوں میں رہنے والا یا قوتِ شامہ کی حس سے محروم شخص ظاہری بدبو اور سڑاند محسوس کرنے سے عاجز ہے، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو روحانی اعتبار سے نہایت صحت مند اور ذکی الحس تھے، ایک موقع پر نفاق کی گندگی اور تعفن کو اپنی ظاہری ناک سے محسوس کیا تھا۔

علاماتِ نفاق صرف ان تین برائیوں ہی تک محدود نہیں، بخاری شریف کی اگلی روایت

Marfat.com

ہی میں اضافہ موجود ہے اور مسلم شریف کی روایت میں لفظ "مِــنْ" بتا رہا ہے کہ اس کی اور بھی صورتیں ہیں جن سے بچنا ایک ایمان والے کے لئے ضروری ہے۔ [۱]

○ ○ ○

[۱] مضمون کی ترتیب کے وقت، فتح الباری، عمدۃ القاری، ایضاح البخاری اور امداد الباری کے مباحث متعلقہ حدیث مذکورہ بالا پیشِ نظر رہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

شبِ براءت

□ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَطَّلِعُ اللّٰهُ إِلٰى جَمِيْعِ خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ.

□ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ – يَعْنِي الصِّدِّيْقَ – قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ مُشْرِكٍ وَمُشَاحِنٍ لِأَخِيْهِ.

□ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِعِبَادِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ.

مذکورہ بالا روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات میں تمام مخلوق پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ اور مشرک و کینہ توز (مُشَاحِن) لوگوں کے علاوہ سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

ان روایات میں سے ہر ایک کی حیثیت سند و رجال کے اعتبار سے اس طرح ہے:

❶ حدیث عن معاذ بن جبل... طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کی ہے، اور اس کی سند کے سب رجال صحیح ہیں۔[1] ابن حبان اور بیہقی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مذکور ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد للحافظ نور الدين الهيثمي، جلد ۸، صفحہ ۱۲۵۔

Marfat.com

❷ حدیث عن ابی بکر... کی روایت امام بزّار نے کی ہے، اس میں ایک راوی عبدالملک بن عبدالملک ہیں۔ جن کا ذکر امام ابو حاتم رازیؒ نے کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں کیا ہے اور انہیں ضعیف نہیں قرار دیا ہے، باقی رجال سب ثقہ اور معتبر ہیں۔

❸ حدیث عن ابی ھریرۃ ....امام بزّار نے روایت کی ہے، اس میں ایک راوی ہشام بن عبدالرحمٰن ہیں، جن کے بارے میں امام نورالدین ہیثمی فرماتے ہیں: ''میں نہیں جانتا''۔ باقی رجال سب ثقہ ہیں۔[1]

اب امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذریؒ (متوفی ۶۵۶ھ) کی شہرۂ آفاق تصنیف ''الترغیب والترھیب'' سے وہ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن کی سند اُن محدثین کے اُصول کے مطابق صحیح یا حَسن، یا ان دونوں کے قریب ہے۔

□ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَقَالَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ): أَتَدْرِيْنَ أَيُّ لَيْلَةٍ هٰذِهِ؟ قُلْتُ: أَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: هٰذِهِ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَطَّلِعُ عَلٰى عِبَادِهِ فِيْ لَيْلَةٍ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِيْنَ وَيَرْحَمُ الْمُسْتَرْحِمِيْنَ وَيُؤَخِّرُ أَهْلَ الْحِقْدِ كَمَا هُمْ.
رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيْقِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْهَا، وَقَالَ: هٰذَا مُرْسَلٌ جَيِّدٌ، يَعْنِيْ أَنَّ الْعَلَاءَ، لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ.

حضرت عائشہؓ سے (ایک طویل) روایت میں منقول ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا: پتہ ہے آج کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا: اس بارے میں خدا اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج شعبان کی پندرھویں شب ہے، اللہ تعالیٰ آج کی رات اپنے بندوں پر خصوصی توجہ فرماتا ہے وہ مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت، رحم

[1] مجمع الزوائد للحافظ نورالدین الہیثمی، جلد ۸، صفحہ ۱۲۶۔

Marfat.com

کی درخواست کرنے والوں پر رحم فرما دیتا ہے اور آپس میں کینہ وعداوت رکھنے والوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

امام منذریؒ فرماتے ہیں: اس روایت کو بیہقیؒ نے علاء بن حارث کی سند سے، حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے، یہ عمدہ مرسل ہے، حضرت علاء نے حضرت عائشہؓ سے براہِ راست نہیں سنا ہے۔

عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَغْفِرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِاَهْلِ الْاَرْضِ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ.

اس روایت کو امام بیہقی نے نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ عمدہ مرسل ہے۔

روایتِ بالا مُصَنَّف عبدالرزاق (جلد۴، صفحہ ۳۱۶) میں بھی موجود ہے۔ مُصَنَّف کے حاشیہ میں محدثِ جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ [1] نے فرمایا:

أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ مِنْ حَدِيْثِ مَكْحُوْلٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ يَخَامِرَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ مَرْفُوْعًا.[2]

اس حدیث کو امام ابنِ حبان نے مکحول، مالک بن یخامر، حضرت معاذ بن جبل سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

گویا اس طریق سے یہ روایت مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔

ان روایات کے بعد مندرجہ ذیل بزرگوں کے فیصلے بھی پیشِ نظر رہیں۔

شیخ ناصر الدین البانی:

يَشُدُّ بَعْضُهَا بَعْضًا وَهُمْ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاَبُوْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو

---

[1] جن سے احقر کو بھی شرفِ تلمذ اور روایتِ حدیث کی اجازت ہے۔ (مؤلف)
[2] صحیح ابن حبان، صفحہ ۴۸۶

Marfat.com

وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَأَبُو بَكْرِ الصِّدِّيقُ وَعَوْفُ بْنُ مَالِكٍ وَعَائِشَةُ ثُمَّ قَالَ: وَجُمْلَةُ الْقَوْلِ إِنَّ الْحَدِيثَ بِمَجْمُوعِ هٰذِهِ الطُّرُقِ صَحِيحٌ لَا رَيْبَ، وَالصِّحَّةُ تَثْبُتُ بِأَقَلَّ مِنْهَا عَدَدًا مَا دَامَتْ سَالِمَةً مِنَ الضُّعْفِ الشَّدِيدِ كَمَا هُوَ الشَّأْنُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ[1]

یہ روایات ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں، جن صحابہؓ سے یہ مروی ہیں وہ معاذ بن جبل، ابوثعلبہ خشنی، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابوموسیٰ اشعری، ابو ہریرہ، ابوبکر صدیق، عوف بن مالک اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔۔ آگے چل کر فرماتے ہیں: حاصلِ کلام یہ کہ شبِ براءت والی روایت مجموعی لحاظ سے بلاشبہ صحیح ہے۔ صحت تو اس سے کم تعداد میں ثابت ہو جاتی ہے جب کہ وہ شدید ضعف سے خالی ہو، اور زیرِ بحث حدیثؐ کا یہی حال ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ:

إِعْلَمْ أَنَّهُ قَدْ وَرَدَ فِي فَضِيلَةِ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ عِدَّةُ أَحَادِيثَ، مَجْمُوعُهَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ لَهَا أَصْلًا[2]

شعبان کی پندرھویں شب کی فضیلت میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں، جن کے مجموعے سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ اس رات کی فضیلت کی اصل و بنیاد ضرور ہے۔

آگے چل کر موصوف رقم طراز ہیں:

فَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ بِمَجْمُوعِهَا حُجَّةٌ عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ فِي فَضِيلَةِ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ شَيْءٌ[3]

---

۱ السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث رقم ۱۱۴۴، جلد ۳، صفحہ ۱۳۹۔

۲ تحفۃ الاحوذی، جلد ۳، صفحہ ۳۶۴۔

۳ حوالہ بالا صفحہ ۳۶۷۔

Marfat.com

یہ احادیث مجموعی اعتبار سے اُن لوگوں کے خلاف حجت ہیں جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ شعبان کی پندرھویں شب کی فضیلت کے متعلق کوئی چیز ثابت نہیں۔

امام ابنِ تیمیہؒ:

أَمَّا لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقَدْ رُوِيَ فِي فَضْلِهَا اَحَادِيْثُ وَآثَارٌ، وَنُقِلَ عَنْ طَائِفَةٍ مِنَ السَّلَفِ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْهَا، فَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْهَا وَحْدَهُ، قَدْ تَقَدَّمَهُ فِيْهِ سَلَفٌ وَلَهُ فِيْهِ حُجَّةٌ فَلَا يُنْكَرُ مِثْلُ هٰذَا۔[1]

شعبان کی پندرھویں شب کی فضیلت میں متعدد احادیث و آثار وارد ہیں، اور سلف کی ایک جماعت کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس رات میں نمازیں پڑھا کرتے تھے، تو اگر لوگ تنہا تنہا اس رات میں نمازیں پڑھیں تو اُن کے لئے سلف کا نمونہ اور دلیل موجود ہے، لہٰذا اس عمل کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے، اس کی اہمیت و خصوصیت کا انکار محض ناواقفیت یا کم علمی ہے، اللہ کے بندے تھوڑی سی محنت کر کے اور کچھ دیر حقِ بندگی ادا کر کے اجرِ عظیم کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان مقدس اوقات کو لہو و لعب، سیر و تفریح اور کھانے پینے کے کاموں میں برباد نہیں کرنا چاہئے، اس موقع پر پٹاخے چھوڑنا، چراغاں کرنا، عمدہ عمدہ کھانے پکانا، قبرستان میں میلہ لگانا وغیرہ سب غلط اور بدعت ہیں....[2]

○ ○ ○

۱۔ فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۲۳، صفحہ ۱۳۱۔

۲۔ زیرِ نظر مضمون کی ترتیب میں مجلہ المآثر کا مضمون "شب براءت کی شرعی حیثیت و اہمیت" خاص طور پر پیشِ نظر رہا۔ (مؤلف)

Marfat.com

شبِ قدر

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ یَّقُمْ لَیْلَةَ الْقَدْرِ إِیْمَانًا وَّإِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

(صحیح بخاری، باب قیام لیلۃ القدر من الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں، جس کسی نے شبِ قدر میں ایمان اور استحضارِ نیت کے ساتھ عبادت کی، اُس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے۔

''شبِ قدر'' کے علماء نے دو معنی بیان کیے ہیں:

❶ تقدیر والی رات۔ ❷ عظمت والی رات۔

تقدیر والی رات:- اس سال پیش آنے والے حوادث، موت وحیات، عروج و زوال اور تنگی و عیش غرض ہر چیز کی مکمل تفصیل اور متعلقہ احکامات کی تمام فائلیں، لوحِ محفوظ سے نقل کر کے، انتظام پر مامور فرشتوں کے حوالے کر دی جاتی ہیں اور اس طرح انہیں ایک سالہ تقدیروں کا علم ہوتا ہے۔

عظمت ورتبے والی رات:- اس کی تین صورتیں ہیں۔

❶ عظمت ورتبے کا تعلق رات سے ہو، یعنی دوسری راتوں کے مقابلے میں اس کی خاص

Marfat.com

اہمیت ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ. (سورۃ القدر:۳)

شبِ قدر (کی عظمت اور اس کا رتبہ) ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔

(۲) إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ. (سورۃ الدخان:۳)

ہم نے اسے ایک نہایت برکت والی رات میں اُتارا۔

❷ عظمت و رتبے کا تعلق عابدین سے ہو، یعنی اس رات عبادت کرنے والوں کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔

❸ عظمت و رتبے کا تعلق عبادت سے ہو، یعنی اس رات میں کی گئی عبادت، دوسری راتوں کے مقابلے میں بڑی قدر و منزلت رکھتی ہے۔

اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا: ان دو لفظوں کے ذریعے توجہ دلائی گئی کہ اس رات کا احیاء اور اس میں طاعت و عبادت ایمانی تقاضے کے تحت ہو۔ کوئی دوسرا مقصد پیشِ نظر نہ ہو۔ نیز بوقتِ عمل، استحضارِ نیت کرنے سے اجر میں ترقی اور اضافہ ہوتا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ:۔ ''احتساب'' کا لفظ دو جگہ بولا جاتا ہے:

① جہاں عمل بہت دشوار ہو اور اکثر ان مواقع پر ''استحضارِ نیت'' ذہن سے نکل جاتا ہو اس لیے وہاں توجہ دلائی گئی تاکہ ترقی درجات ہو جیسے بال بچوں پر خرچ کرنے کے سلسلے میں۔

② جہاں بندہ اپنے آپ کو بے دست و پا اور اپنے اختیار سے باہر سمجھتا ہو، وہاں شوق دلانے کے لیے یہ لفظ لایا گیا ہے۔ جیسے شبِ قدر کے بارے میں۔

Marfat.com

شبِ قدر کے تعین میں علماء کا اختلاف

❶ امام ابو حنیفہؒ: پورے رمضان میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

❷ امام مالکؒ و امام احمدؒ: رمضان کے آخری عشرے کی راتوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

❸ بعض لوگ: پورے سال منتقل ہوتی رہتی ہے (رمضان کے ساتھ خاص نہیں ہے)

❹ بعض لوگ: یہ رات متعین ہے۔ لیکن کون سی ہے اس میں اختلاف ہے۔

❺ بعض لوگ: یہ رات رمضان کی ۲۷/ویں شب ہے۔ (بعض صحابہ کا اس بارے میں حلفیہ بیان بھی موجود ہے)۔

لطائف:- جن حضرات نے شبِ قدر کو بڑے وثوق کے ساتھ رمضان المبارک کی ۲۷/ویں شب کے ساتھ متعین کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ لیلۃ القدر میں ۹ حروف ہیں (ل ی ل ۃ ال ق د ر) اور یہ قرآن میں تین جگہ مذکور ہیں، اس لیے ۹×۳ = ۲۷ ہی کا عدد آتا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ پورے قرآن میں ۵۴۰ رکوع ہیں، اور ''رکوع'' قرآن پاک کی وہ مناسب مقدار ہے جو ایک رکعت میں پڑھی جائے اس طرح اگر تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو روزانہ ۲۰ رکوع پڑھتے ہوئے ۲۷ ویں شب کو قرآنِ پاک پورا ہو جائے گا (۲۰×۲۷=۵۴۰) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سورۂ ''القدر'' میں ۲۷ واں لفظ: ''ھِیَ'' ہے، جو ''لیلۃ القدر'' کی ضمیر ہے، اور اس کے معنی ''وہ'' ہیں، یعنی: ''وہ'' (شبِ قدر) ۲۷/واں عدد ہے۔

جھگڑے کی نحوست

روایات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ قدر متعین کر کے بتا دی گئی تھی، اور آپ صحابہ کو بتانے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس

Marfat.com

میں لڑ پڑے، آپ ﷺ اُن کے بیچ بچاؤ میں ایسے لگے کہ وہ متعین تاریخ ذہن سے نکل گئی۔ اگر چہ اس میں بھی ہمارے لیے بہتری ہی ہوئی۔ لیکن جھگڑے کی نحوست بھی سامنے آئی اور یہ بھی کہ جب نبی کی موجودگی میں آپسی جھگڑے کا یہ نقصان ہے تو آج دنیا کے نقشے پر پائے جانے والے ملت کے آپسی جھگڑے، ایک دوسرے کو ذلیل ورسوا کرنے کے اوچھے ہتھ کنڈے اور اس کے نتیجے میں جان ومال کے خسارے کس قدر نحوستوں کا باعث ہوں گے؟

قیامِ شبِ قدر

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللّٰهَ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام: 'نماز، تلاوت، ذکر وشغل، دینی اجتماعات میں شرکت، سیرتِ پاک یا بزرگانِ دین کے حالات کا مطالعہ وغیرہ تمام نیک کاموں کو شامل ہے۔

شب گزاری کی مقدار

❶ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ رات کے تھوڑے سے حصے میں بھی عبادت کر لینا ''شب گزاری'' کے لیے کافی ہے۔

❷ بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ رات کے جتنے حصے میں عبادت کرنا، عرف عام میں ''شب گزاری'' کہلاتا ہو، اتنا ضروری ہے۔

❸ بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ یہاں پوری رات کی ''شب گزاری'' مراد ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں ''مَنْ يَقُمْ'' کا مفعول فیہ ''لَيْلَةَ الْقَدْر'' ہے۔ اور جب مفعول فیہ پر ''فِی'' داخل نہ ہو تو مفعول فیہ اپنے تمام اجزاء کے ساتھ مراد ہوتا ہے۔ (چنانچہ: صُمْتُ دَهْرًا اور صُمْتُ فِیْ دَهْرٍ میں یہی فرق ملحوظ ہوگا)۔

Marfat.com

ایک علمی نکتہ

حدیث میں نحوی اعتبار سے شرط کے موقع پر "لَیۡلَۃَ الۡقَدۡرِ" کے ساتھ "یَقُمۡ" فعل مضارع لایا گیا۔ جو تجدد اور حدوث کے معنی بتاتا ہے، جبکہ جزا میں "غُفِرَ" ماضی مذکور ہے جو تحقق اور یقین کا پتہ دیتا ہے۔ شرط و جزا کے اس فرق پر علامہ کرمانی کی یہ بصیرت افروز تحقیق ہے کہ چونکہ شبِ قدر کی تعیین میں اختلاف ہے اور وہ کبھی کسی تاریخ میں ہوتی ہے اور کبھی کسی تاریخ میں، اس لیے شب قدر کے ساتھ فعل مضارع لایا گیا، رہا شب قدر میں شب گزاری کا نتیجہ اور صلہ، تو وہ متحقق اور یقینی ہے اس لیے جزا کے موقع پر فعل ماضی لایا گیا۔[1]

○ ○ ○

[1] زیرِ نظر مضمون کی ترتیب میں "فتح الباری"، عمدۃ القاری"، "درس بخاری" اور "ایضاح البخاری" کے مباحث متعلقہ حدیث بالا اور تفسیر ابن کثیر (متعلقہ سورۃ "القدر") سے استفادہ کیا گیا۔ (مؤلف)

Marfat.com

انعام کا دن

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی أَبْوَابِ الطُّرُقِ فَنَادَوْا: أُغْدُوْا یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ إِلٰی رَبٍّ کَرِیْمٍ یَمُنُّ الْخَیْرَ ثُمَّ یُثِیْبُ عَلَیْهِ الْجَزِیْلَ، لَقَدْ أُمِرْتُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَقُمْتُمْ وَأُمِرْتُمْ بِصِیَامِ النَّهَارِ فَصُمْتُمْ وَأَطَعْتُمْ رَبَّکُمْ، فَاقْبِضُوْا جَوَائِزَکُمْ، فَإِذَا صَلَّوْا نَادٰی مُنَادٍ: أَلَا إِنَّ رَبَّکُمْ قَدْ غَفَرَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا رَاشِدِیْنَ إِلٰی رِحَالِکُمْ فَهُوَ یَوْمُ الْجَائِزَةِ، وَیُسَمّٰی ذٰلِکَ الْیَوْمُ فِی السَّمَاءِ یَوْمَ الْجَائِزَةِ.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر، بحوالہ الترغیب والترہیب، جلد ۲، صفحہ ۱۵۳)

ترجمہ:- حضرت اوس انصاری رضی اللہ عنہ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں کہ عید کی صبح فرشتے ہر گلی نکڑ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں: مسلمانو! اس مولائے کریم کے دربار میں چلو، جو نیک کام کی توفیق عطا فرماتا ہے اور پھر اس پر بڑی مقدار میں اجر عطا کرتا ہے، تمہیں (رمضان میں) راتوں کو عبادت کرنے کا حکم ملا اور تم نے اُسے پورا کیا، دن میں روزہ رکھنے کی ہدایت کی اور تم نے اُس کی تعمیل کی اب اپنے انعامات وصول کرو، نماز ہو جانے کے بعد ایک منادی اعلان کرتا ہے: سنو تمہارے رب نے تمہیں بخش دیا، اب پاکیزہ بن کر اپنے گھروں کو جاؤ، آج انعام کا دن ہے اور آسمانوں پر اس کا یہی

Marfat.com

نام ہے۔

امام عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ (صاحب الترغیب والترہیب) نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ اسی مفہوم کی قدرے تفصیلی روایت درج کی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ، سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ، لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ، فَإِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْمَلَائِكَةَ فِيْ كُلِّ بِلَادٍ فَيَهْبِطُوْنَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَقُوْمُوْنَ عَلٰى أَفْوَاهِ السِّكَكِ فَيُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ يُسْمِعُ مَنْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! أُخْرُجُوْا إِلٰى رَبٍّ كَرِيْمٍ يُعْطِي الْجَزِيْلَ وَيَعْفُوْ عَنِ الْعَظِيْمِ، فَإِذَا بَرَزُوْا إِلٰى مُصَلَّاهُمْ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ: مَا جَزَاءُ الْأَجِيْرِ إِذَا عَمِلَ عَمَلَهُ؟ قَالَ فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: إِلٰهَنَا وَسَيِّدَنَا جَزَاءُهُ أَنْ تُوَفِّيَهُ أَجْرَهُ، قَالَ فَيَقُوْلُ: فَإِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِيْ إِنَّ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامِهِمْ رِضَائِيْ وَمَغْفِرَتِيْ وَيَقُوْلُ: يَا عِبَادِيْ! سَلُوْنِيْ فَوَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا تَسْئَلُوْنِّي الْيَوْمَ شَيْئًا فِيْ جَمْعِكُمْ لِآخِرَتِكُمْ إِلَّا أَعْطَيْتُكُمْ وَلَا لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ، فَوَعِزَّتِيْ لَأَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا رَاقَبْتُمُوْنِيْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا أُخْزِيْكُمْ وَلَا أَفْضَحُكُمْ بَيْنَ أَصْحَابِ الْحُدُوْدِ، وَانْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا لَكُمْ قَدْ أَرْضَيْتُمُوْنِيْ وَرَضِيْتُ عَنْكُمْ فَتَفْرَحُ الْمَلَائِكَةُ وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْأُمَّةَ إِذَا أَفْطَرُوْا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ.

(رواہ ابن حبان، بحوالہ الترغیب والترہیب، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ عید الفطر کی رات انعام کی رات کہلاتی ہے، اور عید کی صبح خداوند قدوس ہر ملک وخطے کے لئے فرشتے روانہ کرتا ہے، چنانچہ وہ زمین پر اُتر کر ہر گلی و نکڑ پر پکار پکار کر یہ کہتے ہیں (جسے انسان و جنات کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے): محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کہلانے والو! اس مولائے کریم کے دربار میں چلو

Marfat.com

جو زبردست عطا کرنے والا، اور بڑے سے بڑا گناہ معاف کرنے والا ہے۔ جب مسلمان دوگانہ ادا کرنے کے لئے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ہم کلام ہو کر یوں فرماتا ہے: بھلا اس مزدور کو کیا دیا جائے، جس نے اپنا کام مکمل کر لیا ہو، فرشتے اس پر عرض کرتے ہیں: بارِ الٰہا! اس کا حق تو یہ ہے کہ اسے پورا پورا معاوضہ دے دیا جائے! ارشاد ہوتا ہے: فرشتو! گواہ رہو، میں نے اُن کے روزے اور رات کی عبادت کا اجر، رضا و مغفرت کی صورت میں دے دیا، پھر دوگانہ ادا کرنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتا ہے، میرے بندو! مانگو کیا مانگتے ہو؟ میری عزت و جلال کی قسم! آج اس مجمع میں اپنی آخرت کی بہتری کے لئے جو سوال بھی کرو گے اسے پورا کروں گا اور اپنی دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے جو مانگو گے اس میں تمہاری مصلحت ملحوظ رکھوں گا، میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی پردہ پوشی کرتا رہوں گا۔ اور قیامت میں دشمنوں کے سامنے تمہیں رسوا نہ ہونے دوں گا... اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو جاؤ، تم نے مجھے خوش کر دیا اور میں تم سے خوش ہو گیا... فرشتے، عید کے دن اُمت کو ملنے والے ان مراحم خسروانہ پر پھولے نہیں سماتے۔

شریعت کی نظر میں، عید کی رات بھی نہایت بابرکت اور اہمیت کی حامل ہے جبکہ لوگ اس رات عید کی تیاریوں میں کچھ ایسے مصروف ہوتے ہیں کہ بالعموم عبادت کا خیال نہیں رہتا اور سارا وقت یوں ہی ضائع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں:

مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ.

(رواہ ابن ماجہ)

Marfat.com

عیدین (عید الفطر اور دسویں ذی الحجہ) کی راتوں میں، جو شخص اخلاص کے ساتھ عبادت میں مصروف رہے، اس کا دل قیامت میں مردہ نہ ہوگا۔

امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں امام شافعیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ پانچ راتیں، دُعاء کی قبولیت میں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں:۔

❶ شبِ جمعہ، ❷ بقر عید (دسویں ذی الحجہ) کی رات، ❸ عید الفطر کی رات، ❹ رجب کی چاند رات اور ❺ شبِ برأت۔ امام مرحومؒ اپنے شیخ ابراہیم بن محمدؒ کے حوالے سے یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ کے بزرگانِ دین اور مشائخ کو عید الفطر کی رات، مسجدِ نبویؐ میں خاصے وقت تک ذکرِ الٰہی اور دُعاؤں میں مشغول دیکھا ہے۔[1]

عید ـــ خوشی و مسرت کا دن ہے۔ ایک مہینے کے بظاہر خشک مجاہدے کے بعد روزے داروں کے لئے نشاط و انبساط کا موقع فراہم کیا گیا ہے، اور اس جشنِ مسرت میں کھانے پینے کے لئے مرغوب و محبوب غذائیں اور تفریح و خوش طبعی کے لئے جائز کھیل کود کی بھی ہمت افزائی کی گئی ہے کہ جشن مسرت کی گھڑیوں میں یہ چیزیں انسانی فطرت کی مانگ ہیں۔[2]

ایک مشہور روایت کے الفاظ ہیں:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، فَرْحَةٌ عِنْدَ الْإِفْطَارِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ الرَّحْمٰنِ.

روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک دنیا میں افطار کے وقت، دوسری آخرت میں مشاہدۂ حق کے وقت۔ روایتِ بالا میں اگرچہ روزمرہ کے افطار کا تذکرہ ہے، لیکن بقول حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ قیاس یا دلالۃ النص کے اعتبار سے دیکھیں تو لفظِ افطار کے عموم میں ''افطارِ اکبر'' (عید) بھی شامل ہے اور وہ خوشی و مسرت کا دن ہے۔

---

[1] شعب الایمان، کتاب الصوم۔

[2] برکاتِ رمضان، مولفہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ۔

Marfat.com

یہ خوشی اہلِ ظاہر کو تو کھانا پینا ملنے کی ہوتی ہے اور اہلِ حقیقت کو اس بات کی کہ خدا کی توفیق سے عبادت مکمل ہوئی، روحانی فرحت کا یہ احساس ''افطارِ اکبر'' عید کے دن بھی کرنا چاہیے اور ایک اسی پر کیا منحصر ہے، شریعت کے تمام احکام میں دینی و دنیوی دونوں مصلحتوں کی رعایت رکھی گئی ہے تا کہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق اسے اپنا سکے، اہلِ صورت، صورت کا خیال کر کے اور اہلِ معنیٰ، معنیٰ کا خیال کر کے، اور جو جامع ہیں وہ صورت و معنیٰ دونوں کا لحاظ کر کے۔

روایتِ بالا میں روزہ کے مکمل ہونے پر مشاہدۂ حق کا وعدہ ہے، جسے دوسری روایت میں مغفرت سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی کو عارف شیرازیؒ نے یوں کہا ہے:

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخاست
مے بہ میخانہ بجوش آمد و مے باید خواست

عید کے دن خوشی و مسرت کے بھی دو پہلو ہیں۔

❶ دعوتِ ظاہری : چھوہارے، سوئیاں وغیرہ

❷ دعوتِ باطنی : مشاہدۂ حق

حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں:

عیدگاہِ ما غریباں کوئے تو انبساط عید ما دیدن روئے تو
صد ہلال عید قربانت کنم اے ہلال عید ما ابروئے تو

احادیث میں، افطارِ اکبر پر عید کرنے کا حکم ہے اور یہ ہدایت ہے کہ ایک دوسرے سے ملاقات ہو، خوش ہوں، صدقہ کریں اور سب اکٹھے ہو کر عیدگاہ میں دوگانہ ادا کریں۔

غور کیجیے! خدا تعالیٰ ہماری خوشی کو کس انداز پر دیکھنا چاہتا ہے کہ اس میں نماز کا حکم فرمایا، صدقہ کی ہدایت کی، جو زکوٰۃ سے ملتا جلتا ہے، نماز کی بھی ایک خاص ہیئت مقرر کی، اور امتیاز

Marfat.com

کے لئے اس میں چند تکبیرات بڑھا دیں اور مسلمان کے دینی و دنیوی ہر دو جوش کی اس طرح رعایت کی کہ اول الذکر کے لئے نماز کا حکم فرمایا اور دوسرے کے لئے اچھے سا اچھا کپڑا پہننے کی اجازت دی۔[1]

عید کے دن دوگانہ نماز ادا کرنے کے لئے وقار و سنجیدگی کے ساتھ پیدل جانا (بہ شرطیکہ بیمار و کمزور نہ ہو اور نہ ہی عیدگاہ دور ہو) اور تکبیراتِ عید کو آہستگی کے ساتھ کہتے ہوئے ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا مسنون و مستحب ہے۔[2]

○ ○ ○

---

۱ مواعظ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مواعظ الافطار و اکمال الصوم والعید۔

۲ معارف السنن، مولفہ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، جلد ۴، صفحہ ۴۲۵-۴۲۶۔

Marfat.com

دارالعلوم دیوبند (وقف)

(Waqf) Darul-Uloom, Deoband-247554 (U.P.) India.

Ref No................ Dated.....................

THE WORLD OF TRUTH

The present time is a difficult time for indian Muslims who are facint assaults, murder, genocide, harassment in many parts of this country which has been a model of cmmunal harmony.

Religions and educational institutions are under attack. Innocent people are imprisoned without trial under draconic anti-terrorism laws.

Its is the need of the hour that intellectuals and patriotic Muslims should come forward to fight the fascist forces which are out to destory communal harmony and peace.

Maulana Ajaz Urfi Al-Qasmi is a dynamic and patriotic Islamic scholar and leader. He has taken up this difficult mission.

It is duty of right thinking people who believe in justice and democracy and communal harmony to come forward and strengthen the hands of Maulana Ajaz Urfi Al-Qasmi by contributing their mite to the Tanzeem Ulama-e-Haq.

His organisation runs 45 Makatib (morning schools), 9 Madarasas and one Hospital.

I Wish him all success.

Mohammad Salim Qasmi
Rector, Darul Uloom (Waqf), Deoband
President All India Tanzeem Ulama-e-Haq

Marfat.com

دفتر مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

نمبر 175 مورخہ ۱۷ ربیع ۲ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۷ جون ۲۰۰۳ء

OFFICE MADRASA MAZAHIR ULOOM
(WAQF) SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA

Nahmaduhu Wa Nusalli Ala Rasulihil Karim, Ammabad

Certified that TANZEEM ULEMAE HAQ (Organisation of Real and true Informs.)

(Scholars of religion of Islam) is a Pristigion organisation which aims at imparting education of Deen & Religion of Islam besides its propagation. Moreover it has a sincere aim of serving the country as well as the Millat of Islam. I have gone through its aims and objects on January 8 2003. Maulana Mufti KHUBAIB Haseeb Rumi, who is holding the responsible post of a Mufti in MAZAHIR ULOOM (WAQF) Saharanpur has offered Dua (prayer) and made an arrangement for the collective prayer so that this institution may progress and flourish day in and day out. The acting president of this organisation Maulana Mohd. Aijaz popularly known as Urfi al Qasmi and who has been decleared and Khalifa (Authorised) deputy by the pious and renowned scholar of religious education HAZRAT MAULANA HKM. MOHD. AKHTAR is an authentic scholar of religion of Islam. Taking advantage of his experience Tanzeem Ulema Haq is working under his guidence and control.

I apeel to all the Muslims to extend their co-opration for the organisation. Their aid moral support and financial help will go a long way for the benefit of those who will take part in this venture.

(ان اللـه لا يضيع اجر المحسنين)(All the great deeds not let go waste the help they extend for good deeds)

(Server for the humanity)

Sd. Muzaffar Hussain Al-Mazahiri
Nazim & Administrator
Madrasa Mazahir Uloom Waqf
Saharanpur

(Mufti) Muzaffar Husain
Nazim & Mutawalli
Madarsa Mazahir Uloom (Waqf)
Saharanpur (U.P.)-247001

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الداعي
مجلة عربية إسلامية شهرية
تصدر عن الجامعة الإسلامية
دار العلوم - ديوبند - الهند

Al-daie
DARUL - ULOOM
DEOBAND, U.P. INDIA

التاريخ: غرة صفر ١٤٢٦هـ
١٢/ مارس ٢٠٠٥

رقم: ٠٦/ ١٤٢٦

نصادق أن "منظمة علماء الحق لعموم الهند" منظمة إسلامية موقرة، تعمل بشتى الوسائل على مكافحة الطائفية المتصاعدة في البلاد، وعلى إعادة الثقة بالذات إلى الشعب المسلم الهندي الذي يكاد ينهار أمام المد المتنامي من العصبية والصدام الطائفي والإحباطية السلبية لدى الهندوس المتطرفين. وتعتمد المنظمة بث الوعي الإسلامي وروح الإنابة إلى الله والتوكل على الله إلى جانب ترغيب المسلمين في تعليم جيلهم الناشئ على الحرية الزائدة التي هي أحد إفرازات الحضارة الغربية السيئة، الدين والعقيدة. ومن أهداف المنظمة إصلاح المجتمع الإسلامي وتنقيته مما تسرب إليه من التقاليد غير الإسلامية، والعودة بالمسلمين إلى البساطة والسماحة في المأكل والملبس، تجنبا لأيام التبذير والإسراف في مناسبات الزواج؛ فهي منظمة ذات أهداف شاملة.

ويتولى منصب الأمين العام فيها العالم الداعية الشيخ محمد إعجاز عرفي ويرأسها فضيلة الشيخ محمد سالم القاسمي نجل حكيم الإسلام المقرئ محمد طيب كبير علماء الهند رحمه الله والرئيس السابق لجامعة ديوبند.

وأعوان المنظمة ستكون موضع اهتمام الجهات الخيرية وفاعلي الخير الكرام في داخل الهند وخارجها، حتى تؤدي دورها المرتقب وأهدافها المنشودة ومشاريعها النبيلة. والله الموفق لكل خير.

(توقيع)
- نور عالم خليل الأميني
رئيس تحرير مجلة "الداعي" العربية
وأستاذ الأدب العربي بجامعة ديوبند الإسلامية

Marfat.com

إدارة شؤون التعريف والتصديق
ندوة العلماء
ص ب -٩٣ لكناؤ (الهند)

Nadwatul Ulama
P.O. Box . 93, Lucknow-226007, (INDIA)
Ph.: 2740151, Fax . 2741221

Date: التاريخ

تحديد تصديق و تزكية لتنظيم علماء الحق لعموم الهند

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله كفى ، و سلام على عباده الذين اصطفى ، أما بعد :

فإني — بناء أعلى ما اطلعت عليه — أصادق على المؤسسة الإسلامية التعلمية و الدعوية المدعوة / **تنظيم علماء الحق لعموم الهند** ، فقد أنشأها بعض علماء الدين الإسلامي في مدينة دلهي عاصمة الهند لنشر التعليم الإسلامي و تصحيح العقائد الفاسدة و توحيد صفوف المسلمين و إيجاد الوحدة و التضامن في العاملين للدين ، و إنشاء المدارس و المراكز العلمية ، و هي تقوم بخدماتها نحو التعليم و التربية و مكافحة البدع و الخرافات و إحياء رسالة الإسلام ، و القائمون عليها هم أصحاب العقيدة الإسلامية الصحيحة و الاتجاه الإسلامي السليم ، و في مقدمتهم فضيلة الشيخ محمد سالم القاسمي رئيس المؤسسة ، و الشيخ محمد إعجاز عرفي القاسمي أمينها العام .

و أكتب هذا على طلبهم تعاوناً مني في عمل إسلامي خيري مفيد .

الداعي

محمد حمزة الحسني الندوي

محمد حمزة الحسني الندوي
الأمين العام لندوة العلماء لكناؤ (الهند)

١٤٢٦/٠٧/٢٥هـ
٢٠٠٥/٠٨/٣١م

محمد حمزة الحسني الندوي
الأمين العام لندوة العلماء ، لكهنؤ

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

© 23264174, 23287489
JAMIA RIYAZUL ULOOM
4085, Urdu Bazar, Jama Masjid
Delhi-110006 (India)

جامعة رياض العلوم
٤٠٨٥- اردو بازار، جامع مسجد
دلهي ٦-١١٠٠٠ (الهند)

الرقم: ________ التاريخ: ٢٠/٣/٢٠٠٥

لمن يهمه الأمر

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لانبي بعده

وبعد

فان ادارة جامعة رياض العلوم بدلهي قد اطلعت على نشاطات " مؤسسة تنظيم علماء حق" ذاكر نغر بنيو دلهي الهند بواسطة النشرات الصادرة منها وتزكيات المشائخ المعروفين لدى الجمهور،

بعد دراسة خططها ومناهجها ترى ادارة الجامعة بانها نشاط جيد ونافع لرفع مستوى المجتمع في البلاد. حيث انها تدير تسعة عشرمدارس وجامعات وخمسة واربعين مكاتب في ولايات بيهار وبنغال وجهاركند واترابراديش، وهذه المدارس والمكاتب تقوم بتعليم وتربية ابناء المسلمين.

لذا تزكي ادارة الجامعة هذه المؤسسة الاسلامية والقائمين عليها بالثقة والامانة وترجو لها كل التقدم في النشاطات المخططة.

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين

الداعي الى الخير خادم الكتاب والسنة

(عبد الرشيد بن عبد السلام البستوي)
مدير جامعة رياض العلوم بدلهي
ورئيس تحرير مجلة الاسلام الشهرية بدلهي
ورئيس مجلس القضاء الاسلامي بدلهي

JAMIA RIYAZUL ULOOM
JAMA MASJID DELHI-6
4085, URDU BAZAR

Marfat.com

FURKAN ANSARI
Member of Parliament
(Lok Sabha)

Member :
- Standing Committee, Labour
- Consultative Committee Railway

Permanent Special Invitee :
- Consultative Committee Coal

S 10 North Avenue
New Delhi - 1100[illegible]
Phone 011 23093[illegible]
Mobile 98681804[illegible]

Date 8/01/05

To Whom It May Concern

This is to certify that Tanzeem Ulama-e-Haq is rendering its yeoman services in the fields of dissemination of religious education and Islamic teachings. Besides it gives its services extraordinare for the progress of the beloved motherland, the humanity and the millat. It is also engaged in general welfare activities.

Maulana Mohd. Ajaz Urfi, its General Secretary is a virtuous man with a deep-rooted ambition to serve the mankind. The organisation is working under the superb guidance and patronage of Maulana Salim Qasimi Saheb. I have gone through the aims and objects of the organisation. I feel the endeavours made by Tanzeem Ulama-e-Haq are the need of the hour.

I, earnestly, appeal to all the generous people to extend their wholehearted moral and fiscal support to the organisation, in every possible way.

(Furqan Ansari)
Member of Parliament

Marfat.com

The Author at a Glance

MAULANA ABDUL SATTAR SALAM QASMI

Faazil, Darul Uloom Deoband; Takmeel in Arabic Literature, Darul Uloom; Aalmiyat Allahabad Board

Field of Interest:

- Tafseer of Holy Qur'an
- **Oratory/speeches**
- Dawah (preaching)

Activities & Experiences:

- Speeches, sermons and Tafseer-e-Qur'an for the last 18 years in Delhi (INDIA).
- In 1980, the special envoy of the then Saudi ruler, King Khalid bin Abdul Azeez, Abdullah Abdul Muhsin Turkey visited India to participate in the Centenary celebrations of Darul Uloom, Deoband. Maulana Qasmi translated the Arabic speech of Mr. Turkey into Urdu and that of the then Prime Minister of India, Mrs. Indira Gandhi, into Arabic, in front of a large gathering.
- Reviewed and edited the two important dictionaries *Al-Qamoos-ul-Jadeed* (Urdu-Arabic) and *Al-Qamoos-ul-Islahi* (Arabic-Urdu), Compiled by Maulana Waheed-uz-Zaman Qasmi in Deoband.
- Translated the esteemed work *Safhaat min Sabr-il-Ulama*, of Shaikh Abdul Fattah Abu Ghudda, an eminent personality of the Arab World, into Urdu, by the name of *Sabr-o-Istiqaamat Ke Paikar*.
- Translated into Arabic, the prestigious book *'Hazrat Muawiyah aur Taareekhi Haqa'iq'* authored by Justice Mufti Muhammad Taqi Usmani of Pakistan.
- Translated into Arabic, a number of write-ups written by eminent writers, published in *'Saqafat-ul-Hind'*.
- Revised and edited the hand-written manuscript of *Taleem-ul-Mutaallim'*.
- Contributed a number of articles as a permanent columnist to *Al-Kifaah*, a reputed Arabic fortnightly.
- Served as *Assistant Director* of *Darul Muallifeen* in Deboand.
- Anchored near about 20 episodes on religious issues on ETV, which are still being telecasted.
- Chairman '**Darul Uloom Delhi Trust**' (Regd.) under the aegis of which a standard institution, Darul Uloom Delhi is being run and administered.
- Member, the Consultative Committee, Old Boys' Association, Darul Uloom Deoband.

Residential Address:

26 A, Jogabai, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110 025 (INDIA)
Telephone No.: 011-26987070, (M) 9868904585

Designed by: A. Fahad

Marfat.com

تنظیم علماءِ حق کے اغراض ومقاصد

- قرآنِ کریم کی ترتیل وتجوید کے ساتھ تعلیم اور احادیثِ نبوی کی ترویج واشاعت۔
- اہلِ سنت والجماعت کے فکر کی بنیاد پر صحیح اسلامی عقائد کا فروغ۔
- جدید تقاضوں کے پیشِ نظر دینی مدارس، علمی مراکز اور عصری مکاتب کا قیام۔
- مسلمانوں میں اعمالِ صالحہ، اخلاقِ حسنہ کی تعلیم وتربیت۔
- غیر اسلامی رسومات وخرافات کی اصلاح کے لئے جدوجہد۔
- باطل تحریکات کے افکار وخیالات کی واضح تردید۔
- اکابر اہلِ حق کے فکر وعمل کی ترویج واشاعت۔
- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علوم ومعارف کو عام کرنا۔
- دینی مدارس اور ملی جامعات پر آنے والی آفتوں کا دفاع اور ان کا تحفظ۔
- ضرورت مند علماء اور نادار طلبہ کی کفالت اور ان کے لئے وظائف کا انتظام۔
- یتیموں، بیواؤں اور مختلف آفات سے متاثر لوگوں کی اخلاقی ومالی مدد۔
- منصف مزاج برادرانِ وطن سے رابطہ اور ملک کے مختلف فرقوں کے درمیان اتفاق ویکجہتی کی کوشش۔

7778

ناشر

آل انڈیا تنظیم علماءِ حق، دہلی

Q-25، جامعہ نگر، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔ 110025

Marfat.com